دیں اور ثابت کیا کہ اقوام عالم کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے، جس کا حل اسلام نے پیش نہ کیا ہو۔ اسلام ایک مخصوص علاقہ کا مذہب نہیں ہے، بلکہ اس زمین پر آنے والی قیامت تک کی تمام نسلوں کا مذہب ہے۔

دہشت گردی کے تعلق سے جمال عبدالسمیع نے انتہائی شگفتہ لہجہ میں کہا کہ یہ ماڈرن پروپیگنڈے کی ایک جدید شکل ہے، جس کو دنیا میں اسلام کے پھیلنے سے روکنے کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ انہوں نے دہشت گردی کو اسلام مخالف ذہنوں کی پیداوار بتایا۔ بم دھماکوں سے انہوں نے لاتعلقی کا اظہار کیا۔ انہوں نے دنیا کے تمام مذاہب کے پیروکاروں سے اپیل کی کہ وہ اسلام کے امن وسلامتی کے پیغام کو سمجھیں اور جہاد کے معنیٰ کو جانیں۔ جہاد کے معنیٰ بے گناہوں کو قتل کرنا نہیں ہے، بلکہ اس لفظ کے معنیٰ بے گناہوں کے قتل کو روکنے کے لئے زور بازو کا استعمال کرنا ہے۔

مسلمان عالم دین کی تقریر میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ میرے دل کی دنیا بدلنے لگی۔ میں نے اجلاس میں آنے والے مسلمان دانشوروں اور علماء سے ملاقاتیں کیں۔ اختتامیہ اجلاس میں یہ نتیجہ نکالا گیا کہ مسلمان مقررین نے دنیا کو امن کا جو پیغام دیا ہے، اسے ہر جگہ پہنچانے کی ضرورت ہے۔ اجلاس ختم ہونے کے بعد اخبارات میں عیسائیوں کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں خبریں شائع ہونے لگیں، جو اجلاس اس لئے بلایا گیا تھا کہ لوگوں کو عیسائی بنایا جائے، وہاں نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائی مسلمان ہونے لگے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں میرا نام بھی شامل ہے۔ قبول اسلام کرنے والے لوگوں کی تقریب میں میرا نام فوزان احمد رکھا گیا اور الحمدللہ میں اسی نام سے مشہور ہوں۔

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف دس روپے اور سالانہ خریداری ۱۰۰ روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم ''ادارہ رضوان'' کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تاکہ یاددہانی ہوسکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ ''رضوان'' خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور ''رضوان'' کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

کچھ اہم و مفید مطبوعات

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

کاروان زندگی حصہ اول (نیا ایڈیشن) -/100
کاروان زندگی حصہ دوم (نیا ایڈیشن) -/90
کاروان زندگی حصہ سوم -/80
کاروان زندگی حصہ چہارم -/90
کاروان زندگی حصہ پنجم -/80
کاروان زندگی حصہ ششم (نیا ایڈیشن) -/90
کاروان زندگی حصہ ہفتم -/80
مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی (نیا ایڈیشن) -/40
حج کے چند مشاہدات -/6
خواتین اور دین کی خدمت -/25
کاروان ایمان وعزیمت (نیا ایڈیشن) -/35
دعائیں -/10
سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (نیا ایڈیشن) -/90
سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ (نیا ایڈیشن) -/90
نبی رحمتؐ (نیا ایڈیشن) -/200
سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدیں) -/200
تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں) -/355
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر -/70
اپنے گھر سے بیت اللہ تک -/25

از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ

زادسفر (دو جلدیں) (نیا ایڈیشن) -/150
باب کرم (نیا ایڈیشن) -/12
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول -/15
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم -/14
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم -/15
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم -/12
ہمارے حضورؐ (اردو) -/15 ہمارے حضورؐ (ہندی) -/20
موج تسنیم (اردو) زیر طبع
مناجات ہاتف -/10
دیار حبیبؐ -/5

از مخدومہ خیر النساء بہترؒ

حسن معاشرت (نیا ایڈیشن) -/15
کلید باب رحمت -/6
ذائقہ (نیا ایڈیشن) -/15
ذکر خیر // -/15

از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ

لبیک اللّٰھم لبیک -/30
سوانح حضرت مولانا خلیل سہارنپوریؒ -/50
سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ -/150
زبان کی نیکیاں -/15
گلدستہ حمد وسلام -/6
کلام ثانیؒ زیر طبع

از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

دو مہینے امریکا میں -/90
جزیرۃ العرب -/70
حج ومقامات حج -/35
امت مسلمہ -/70
سماج کی تعلیم وتربیت -/45

از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں) -/870
اسلام کیا ہے؟ (اردو) -/30
اسلام کیا ہے؟ (ہندی) -/35
دین وشریعت -/70
ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت -/70
قادیانی مسلمان نہیں -/25
آپ حج کیسے کریں؟ (نیا ایڈیشن) -/40
آپ حج کیسے کریں؟ (ہندی) (نیا ایڈیشن) -/45
درس قرآن -/200

دیگر مصنفین کرام کی تصانیف

تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ -/45
مکتوبات مفکر اسلامؒ (اول) -/80
مکتوبات مفکر اسلامؒ (دوم) -/120
(مولانا سید محمد حمزہ حسنی صاحب)
تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ -/35
سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ -/30
(مولانا محمد الحسنیؒ)
بشریت انبیاء (نیا ایڈیشن) -/40
ذکر رسولؐ // -/55
مولانا محمد علی جوہر // -/175
(مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)
کتاب النحو (حافظ عبدالرحمن امرتسریؒ) -/18
کتاب الصرف // -/20
بریلوی فتنہ کا نیا روپ (مولانا عارف سنبھلی) -/40
تاریخ میلاد (حکیم الشکور) -/30
مقالات سیرت (ڈاکٹر قدوائی) -/30
سیرت صدیقؓ (حبیب الرحمن شیروانی) -/25

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸۔
فون نمبر دفتر: 2270406
فون نمبر رہائش: 2229174

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

Rs. 10/-

LW/NP-184/2009-2011
R. N. 2416/57

Monthly

RIZWAN

Ph: 0522-2270400
172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

کفزال

ہر قسم کی کھانسی نزلہ زکام میں بیحد مفید

ہر قسم کی کھانسی، نزلہ، زکام، گلے کی خراش اور نزلہ سے سر درد و بدن درد میں مفید ہے

صبا کا آملہ

بالوں کا بہترین محافظ

دماغ کو طاقت بناتا ہے، بالوں کی جڑوں کو مضبوط کرکے بالوں کو کالا اور لمبا بناتا ہے

صبا کاہیر آئیل

دماغ اور بالوں کا انمول تحفہ

نشکر

شوگر کی کامیاب ترین دوا

- قدرتی جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ دوا۔
- پیشاب سے شکر کو ختم کرکے خون میں شکر کو کنٹرول رکھتی ہے۔

بطینا

قبض اور گیس کی کامیاب دوا

- قبض، گیس، بھوک نہ لگنا۔
- جلن، گرانی اور دیگر خرابیوں کیلئے
- بیحد مفید چورن۔

استعمال کریں، آرام پائیں۔

لیکوڈین

لیکوریا وجریان میں بیحد مؤثر

لیکوریا میں بے حد مفید، رحم کی فساد رطوبت کو خشک کرکے طاقت دیتا ہے۔ قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے سرعت انزال اور کثرت احتلام وجریان میں بے حد مؤثر و مفید ہے

برنیسال

برنیسال کے تین اہم فوائد

۱۔ سوزش اور جلن میں فوراً ٹھنڈک پہنچائے۔
۲۔ زخم کو جلدی ٹھیک کرے، نشان نہ پڑنے دے۔
۳۔ ہلدی کے مضر اثرات سے پاک ہے۔

انڈامول

گہرے زخم، پھوڑوں کا لاجواب مرہم

گہرے زخم، ناسور، پیشاب پھوڑے خصوصاً کا بیکل پھوڑوں کا جلد اچھا کرنے والا مرہم

ہردینا

گردہ و مثانہ کی پتھری کا سرپ

- گردہ و مثانہ کی پتھری، درد
- پیشاب میں ریت، خون اور جلن کے لئے یکساں مفید ہے۔

کبدون

جگر اور پیٹ کی خرابیوں کو دور کرنے والا بے نظیر سرپ

- پیلیا، جگر اور
- پیٹ کے ورم،
- کمزوری، درد اور
- پتھری کا بے نظیر سرپ

روزامین

فساد خون اور جلدی امراض کا سرپ

HASANI PHARMACY
177/41 GWYNNE ROAD, LUCKNOW-226 018
PH. (O) 202677, (R) 229174, M : 98380 23223

PRINTED AT: KAKORI OFFSET PRESS, LUCKNOW.

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

جلد ۵۴	اکتوبر ۲۰۱۰ء	شمارہ ۱۰

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

معاونین

• میمونہ حسنی • عائشہ حسنی

• جعفر مسعود حسنی • محمود حسن حسنی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان : ۱۰۰/روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵/امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۱۰/روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۱۷۲/۵۴، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔۲۲۶۰۱۸

Phone : 91 - 0522 - 2620406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔فون : 9580695643

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

سوانح حیات.....کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تأثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات و حوادث اور تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مؤرخانہ و حقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودھویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ و سرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا ہے۔

• ایک تاریخی دستاویز • ادبی مرقع • دعوت فکر و عمل

فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ

قیمت حصہ اول	(اردو ایڈیشن)	-/100
قیمت حصہ دوم	(اردو ایڈیشن)	-/90
قیمت حصہ سوم	(اردو ایڈیشن)	-/80
قیمت حصہ چہارم	(اردو ایڈیشن)	-/90
قیمت حصہ پنجم	(اردو ایڈیشن)	-/80
قیمت حصہ ششم	(اردو ایڈیشن)	-/90
قیمت حصہ ہفتم	(اردو ایڈیشن)	-/80
قیمت مکمل سیٹ	(کاروان زندگی)	-/610

کاروان ایمان و عزیمت

قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل و عزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

خوبصورت کتابت و طباعت

قیمت -/35

حج کے چند مشاہدات

اس کتاب میں مولاناؒ نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تأثرات و مشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا مؤثر اظہار ہے۔

قیمت -/6

خواتین اور دین کی خدمت

خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی و سماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کر سکتی ہیں، آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت -/25

ذکرِ خیر

حضرت مولانا کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی، خود حضرت مولاناؒ کے قلم سے۔ قیمت -/15

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، اندازِ تربیت، توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض و تأثرات اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد -/90

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے ..... مدیر ۳
- حدیث کی روشنی میں ..... امۃ اللہ تسنیم ۴
- ملک کا خطرناک رُخ اور دانشور طبقہ کی ذمے داری .... مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ۶
- دعا مومن کا ہتھیار ..... مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ۱۲
- امت محمدیہ کے مردوں اور عورتوں کے دس اوصاف ... مولانا محمد منظور نعمانی ۱۵
- نعت رسولؐ ..... محمد شوکت علی دردؔ ۱۸
- انسانیت کے مسائل کا حل ..... ڈاکٹر عدنان الحق خان ۱۹
- آپس کے تعلقات اور قطع تعلق ..... محدث العصر ابواللیث سمرقندیؒ ۲۰
- رمضان المبارک مستقبل کیلئے روشنی ..... خرم مراد ۲۳
- دیندار بنئے، صحت پائیے! ..... مولانا سید احمد ومیض ندوی ۲۸
- سموسے کا لفافہ ہدایت کا سبب بنا ..... محترم محمد الیاس ندوی بھٹکلی ۳۲
- حمد ..... محمد شوکت علی دردؔ ۳۳
- ہر مہینے کا گھریلو بجٹ ۳۴
- رفاہی کام ..... امیر الدین مہر ۳۶
- ایک پادری کے قبول اسلام کی دلچسپ داستان ۳۸-۴۰

اپنی بہنوں سے

مسلمان عورت کو اس کا صاف اور صریح حکم ہے کہ وہ غیر محرم مردوں کے اختلاط اور میل جول سے بچے اور ان تمام لغزشوں سے حفاظت کے لئے زیب و آرائش کے اظہار اور بن ٹھن کر نکلنے کی ممانعت سختی کے ساتھ کی گئی ہے حتی کہ حکم ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھے۔ قرآن کریم نے اس کی تفصیل سے ہدایت کی ہے اور بغیر کسی تفریق کے حکم دیا ہے:-

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۔

اور فرمادیجئے مسلمان عورتوں سے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کی جگہوں کو ظاہر نہ کریں مگر جو کھلی ہی رہتی ہیں (جس کے چھپانے میں حرج ہے) اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اسی ایک حکم پر عمل کیا جاتا تو آج بے حیائی کے یہ مناظر دکھائی دیتے ہیں ان کا نام و نشان تک نہ ہوتا اور آزادی و بے باکی پرورش نہ پاتی، تجربہ بتلاتا ہے کہ جس زمانہ تک مسلمان مردوں اور عورتوں نے اس حکم پر سختی سے عمل کیا پورے پورے ملک میں ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہ آیا جو بے حیائی کا مرقع کہلایا جاسکتا اور صرف یہی نہیں کہ کوئی برائی میں مبتلا ہوتا، کسی کی یہ مجال تک نہ ہوتی کہ وہ کسی عورت کی طرف بری نگاہ اٹھا سکے، اور آج بھی جن مسلمان ملکوں میں حیا و پاکدامنی کا یہ شعار قائم ہے وہاں برسوں گزر جاتے ہیں مگر کسی عورت کی بے آبروئی کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں آتا۔ لیکن ایک آدھ ملک کے علاوہ ہر ملک میں بے حجابی کی منظم تحریکیں چلائی گئیں اور ان پاکباز بیبیوں کو (جن کو نگاہ تک نیچی رکھنے کا صریح حکم ہے) آوارہ پھرنے اور غیر مردوں سے اختلاط کی تلقین کی گئی اس کے لئے ایسے دلکش انداز اور دل آویز طریقے اختیار کئے گئے اور چاروں طرف ایسا ماحول بنایا گیا کہ حجاب فرسودہ اور ناقابل عمل طریقہ سمجھا جانے لگا۔ وہ مسلمان خاندان جو نئی تعلیم سے آراستہ تھے اور یورپین تہذیب و تمدن کے دلدادہ تھے وہ حجاب و نقاب کو باعث شرم سمجھنے لگے، غیر مردوں اور غیر عورتوں کا اختلاط، دوستی اور بے تکلفی، رقص و سرور، جسموں کی آرائش و زیبائش اور مختلف طریقوں سے ان کا اظہار عین ترقی یافتہ سمجھا جانے لگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے حیائی کے تمام وہ مناظر سامنے آئے جن کے تصور سے بھی اب سے پہلے کوئی مسلمان عورت کانپ اُٹھتی تھی۔

ان تمام فحش کاریوں اور بے حیائی کے کریہہ مناظر کے سلسلے کی پہلی کڑی چہرے سے نقاب اُلٹنے کی تحریک تھی جس کو قرآن و حدیث کے نام اور تہذیب و تمدن کے واسطے سے شروع کیا گیا اور یہ بات اتنی بڑھی کہ رقص گاہوں، کلبوں اور ان میں اختلاط اور بے تکلفی کو ناکافی سمجھا گیا اور ایسے ایسے طریقے نکالے گئے ہیں کہ جس کے بعد بے حیائی کا شاید ہی کوئی درجہ ہو۔

امۃ اللہ تسنیم

خوفِ خدا

انجام کی کسی کو خبر نہیں

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اور آپ سچے ہیں اور آپ سے زیادہ کون سچا ہے) کہ انسان چالیس دن اپنی ماں کے پیٹ میں نطفہ رہتا ہے، پھر چالیس دن میں خون کی پھٹکی بنتا ہے۔ پھر چالیس دن میں گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے۔ پھر فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے۔ پھر چار باتوں کے لکھنے کا اس کو حکم ہوتا ہے اس کے 1-زرق۔ 2-عمر۔ 3-عمل کے متعلق اور یہ کہ۔ 4-وہ نیک بخت ہوگا یا بدبخت۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی جنتیوں کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت میں اور اس میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اللہ کا لکھا غالب آجاتا ہے اور وہ جہنم کے عمل کرنے لگتا ہے اور جہنم میں داخل ہوجاتا ہے اور ایک آدمی دوزخیوں کے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے اس وقت اللہ کا لکھا غالب آتا ہے وہ جنت کے عمل کرنے لگتا ہے اور جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

جہنم کا منظر

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن جہنم کو ستر ہزار لگاموں کے ساتھ لایا جائے گا اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اس کو کھینچتے ہوں گے۔ (مسلم)

سب سے ہلکا عذاب

حضرت نعمانؓ بن بشیر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن دوزخیوں میں سب سے کمتر عذاب اس کو ہوگا جس کے پاؤں کے تلوؤں پر دو انگارے رکھے جائیں گے، ان دو انگاروں سے اس کا دماغ پکے گا۔ (مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ دوزخ والوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ ہوگا جس کے دو جوتے اور دو تسمے آگ کے ہوں گے جن سے اس کا دماغ اس طرح پکے گا جیسے ہانڈی اُبلتی ہے اور وہ یہ خیال کرتا ہوگا کہ مجھ سے زیادہ سخت کسی پر عذاب نہیں، حالانکہ وہ سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔ (بخاری۔ مسلم)

جہنم کے عذاب کے درجے

حضرت سمرہؓ بن جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ ان میں سے کسی کے ٹخنوں کو پکڑے گی اور کسی کے گھٹنوں کو اور کسی کے کمر تک ہوگی اور کسی کی ہنسلی کو پکڑے گی۔ (مسلم)

قیامت کا پسینہ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ رب العالمین کے پاس کھڑے ہوں گے ان میں سے بعض اپنے پسینہ میں آدھے کانوں تک ڈوب جائیں گے۔ (بخاری۔ مسلم)

اگر حقیقت حال معلوم ہوجائے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا خطبہ فرمایا کہ اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا جو جانتا ہوں اگر تم جان لو تو کم ہنسو اور زیادہ روؤ، اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا گریۂ طاری ہوا کہ انہوں نے اپنے چہروں کو چھپالیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب کے متعلق کسی بات کی خبر پہنچی۔ آپ نے خطبہ فرمایا۔ فرمایا کہ مجھ پر جنت و دوزخ پیش کی گئی۔ میں نے اس دن کی طرح برائی بھلائی نہیں دیکھی۔ اگر تم جان لو جو میں جانتا ہوں تو زیادہ روؤ اور کم ہنسو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر اس سے زیادہ سخت دن نہیں گزرا۔ اپنے چہروں کو چھپالیا اور رونے سے آواز نہ نکلتی تھی۔

سورج کا قرب

حضرت مقدادؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن سورج مخلوق سے قریب کردیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان سے ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ بعض ایسے ہوں گے جن کے منہ تک آجائے گا۔ پھر آپ نے اپنے دستِ مبارک سے منہ کی طرف اشارہ کیا۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگ پسینہ پسینہ ہوں گے، یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ جائے گا، اور منہ تک آجائے گا یہاں تک کہ کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (بخاری۔ مسلم)

جہنم کی گہرائی

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے ایک دھماکا سنا۔ فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ ایک پتھر ہے جو دوزخ میں ستر سال سے پھینکا گیا تھا، اب جاکر وہ آگ میں گرا ہے، یہاں تک کہ اس کے پیٹے میں پہنچ گیا جس کا تم نے دھماکا سنا۔ (مسلم)

صدقہ جہنم سے بچا سکتا ہے

حضرت عدیؓ بن حاتم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں ہر ایک سے اللہ بات کرے گا۔ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا جب وہ اپنی سیدھی جانب دیکھے گا تو وہی نظر آئے گا جو آگے بھیجا ہے اور بائیں طرف دیکھے گا تو وہی نظر آئے گا جو آگے بھیج چکا، اور جب اپنے آگے دیکھے گا تو اس کے منہ کے سامنے آگ ہوگی، پس آگ سے بچو، اگرچہ ایک کھجور کے ٹکڑے ہی سے کیوں نہ ہو۔ (بخاری۔ مسلم)

خوف خدا کے اسباب

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم نہیں دیکھتے وہ میں دیکھتا ہوں۔ آسمان چَرچَراتا ہے اور اس کو چَرچَرانے کا حق ہے اس میں چار انگل کی بھی جگہ نہیں ہے مگر ایک فرشتہ اپنی پیشانی اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے کی حالت میں رکھے ہے۔ اگر تم جان لو جو میں جانتا ہوں تو کم ہنسو اور زیادہ روؤ اور تم کو اپنے گھروں میں بستروں پر مزا نہ آئے۔ تم چیخنے اور چلاتے ہوئے میدان میں نکل جاؤ۔ (ترمذی)

قیامت میں چار سوال

حضرت ابوبَرزہؓ اسلمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے کے قدم نہ ہٹیں گے جب تک چار باتوں کے متعلق نہ پوچھ لیا جائے گا۔ 1-اس کی عمر کے متعلق کہ کس میں فنا کی۔ 2-عمل کے متعلق کہ کیا کام کئے۔ 3-مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور جسم کے متعلق کہ کس میں پرانا کیا۔ (ترمذی)

زمین کی گواہی

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یومئذ تحدث اخبارھا فرمایا جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ ہر بندے اور بندی پر گواہی دے گی جو کچھ اس کی پشت پر کیا ہے، کہے گی کہ فلاں دن ایسا ہوا، فلاں روز ایسا ہوا، یہی اس کی خبریں ہیں۔ (ترمذی)

قربِ قیامت

حضرت ابوسعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کیسے عیش کروں۔ صُور پھونکنے والا منہ میں صُور لئے ہے اور اجازت پر کان لگائے ہے کہ کب پھونکنے کی اجازت ہو کہ پھونکے۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو بھاری معلوم ہوئی آپ نے فرمایا حسبنا اللہ و نعم الوکیل کہو۔

قیامت کا کھٹکا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو کھٹکا لگا وہ رات ہی رات نکل جائے گا اور جو نکل گیا وہ منزل کو پہنچ جائے گا۔ سن لو اللہ کا سودا بہت گراں ہے۔ سن لو اللہ کا سودا جنت ہے۔ (ترمذی)

میدانِ حشر

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگ قیامت میں ننگے پاؤں اور ننگے بدن جمع کئے جائیں گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ مرد عورت سب، ان میں ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ آپ نے فرمایا معاملہ ایسا سخت ہوگا کہ کسی کو اس کی فکر نہ ہوگی۔ (بخاری۔ مسلم)

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

ملک کا خطرناک رُخ اور دانشور طبقہ کی ذمے داری

حمد وصلاۃ کے بعد:

"فلولا کان من القرون من قبلکم اولو بقیة ینهون عن الفساد فی الارض الا قلیلا ممن انجینا منهم واتبع الذین ظلموا ما اترفوا فیه و کانوا مجرمین" (سورہ ھود: 116)

جو نسلیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں، ان میں ایسے صاحب شعور کیوں نہ ہوئے جو ملک میں بگاڑ سے روکتے؟ وہاں ایسے تھوڑے تھے جن کو ہم نے بچالیا اور جو ظالم تھے وہ عیش وآرام کے انہیں اسباب کے چکر میں پڑے رہے، جو ان کے لئے مہیا کئے گئے تھے اور وہ مجرم تھے۔

معزز اساتذہ اور عزیز طلبہ!

میں نے آپ کے سامنے قرآن شریف کی ایک آیت پڑھی ہے، اس آیت میں جو درد، جوش، جو حقیقت اور طاقت ہے، میں اقرار کرتا ہوں کہ اس کو ترجمہ میں منتقل نہیں کرسکتا، میں قرآن مجید کا طالب علم رہا ہوں اور عربی زبان میں بھی شُد بُد رکھتا ہوں، لیکن میں اعتراف کرتا ہوں کہ قرآن مجید کی اس آیت کے اندر (درد کا لفظ استعمال کرنے سے میں ذرا ڈرتا ہوں کہ وہ خدا کا کلام ہے، لیکن دردانگیزی کہنے میں کوئی وجہ نہیں) جو دردانگیزی دوسری زبان میں ہے، اس کا منتقل کرنا بہت مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سے پہلے کی نسلوں میں ایسے اہل شعور کیوں نہیں رہے جنہیں کچھ بچا کچھا احساس تھا، کچھ ان کے دل پر چوٹ تھی، انسانیت کا کچھ درد تھا، زمین میں جو فساد پھیل رہا تھا، جو تباہی مچ رہی تھی اس سے لوگوں کو منع کرتے، تھوڑے سے ان لوگوں کے علاوہ جو اس کام کے لئے کھڑے ہوئے، جن کو ہم نے بچالیا تھا، باقی تمام لوگ وقت کے دھارے میں بہہ گئے، عیش وعشرت کے جن وسائل کی کثرت تھی اور بگڑی ہوئی صورت حال سے فائدہ اٹھانے کے جو زریں مواقع حاصل تھے ان سے فائدہ اٹھانا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ دوسروں کے گھر ویران کرکے اپنے گھر کی تعمیر اور دوسروں کی لاشوں پر گزر کر اپنے مقاصد تک پہنچنے کے مواقع آسانی سے مہیا ہوجاتے ہیں۔

"واتبع الذین ظلموا ما اترفوا فیه" جو ان کو سامان عیش وعشرت دیا گیا تھا وہ اس میں پھنسے رہ گئے اور وہ مجرم تھے۔

حضرات! انسان کے لئے بیماری کوئی غیر فطری چیز نہیں ہے، صحت کا اعتدال سے ہٹ جانا اور بیماری کا شکار ہوجانا انسانی فطرت کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک طرح سے زندگی کی علامت ہے۔ پتھر غلطی نہیں کرسکتا، درخت غلطی نہیں کرسکتا، انسان ہی غلطی کرتا ہے، اس لئے غلطی زیادہ پریشانی کی بات نہیں اور اس پر مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ انسانوں کی ایک بڑی جماعت کا کسی غلط راستہ پر پڑجانا۔ اپنی سفلی خواہشات اور پست درجہ کے مقاصد کی تکمیل کے پیچھے دیوانہ ہوجانا، تاریخ انسانی کے لئے بھی اور تقدیر انسانی کے لئے بھی شدید تشویش کی بات نہیں ہے، تشویش کی بات یہ ہے کہ بگڑے ہوئے حالات سے پنجہ آزمائی کرنے، فساد و انتشار پیدا کرنے والی طاقتوں سے آنکھیں ملانے والے اپنی سہولتوں عزتوں (اور بعض اوقات حکومت واقتدار) کو خطرہ میں ڈال کر میدان میں اُترنے والے نایاب ہوجائیں، اصل تشویش کی بات یہ ہے، انسان بارہا ایسی بدنیت، فساد انگیز اور

انتشار پسند طاقتوں، قیادتوں یا سازشوں کے شکار ہوگئے ہیں اور ایسا نظر آنے لگا ہے کہ انسانیت سکرات کے عالم میں ہے، وہ جلد دم توڑ دے گی، لیکن تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ ایسے ہر موقعہ پر کچھ ایسے افراد میدان میں آگئے جنہوں نے زمانہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حالات کا مقابلہ کیا۔ ان غلط رہنماؤں اور قیادتوں کے مدمقابل بن کر کھڑے ہوگئے اور انہوں نے جان کی بازی لگادی، انسانی تہذیب کا تسلسل جو ابھی تک قائم ہے، محض نسلی تسلسل نہیں، بلکہ انسانی خصوصیات کا تسلسل ہے جو ہر دور میں رہا ہے، انسانی احساسات و جذبات، اعلیٰ مقاصد، اخلاقی تعلیمات اور ان کی بقاو ترقی کے لئے ہمت و جرأت اور قربانی کا جذبہ جو اس وقت تک چلا آرہا ہے یہ درحقیقت انہیں لوگوں کا رہین منت ہے جو بگڑے ہوئے حالات میں میدان میں آئے اور انہوں نے زمانے کے چیلنج کو قبول کیا اور ان بگڑے ہوئے حالات سے پنجہ لڑایا اور بعض اوقات زمانہ کی کلائی موڑ دی، انہیں لوگوں کی بدولت انسانیت زندہ ہے۔ ہر زمانہ کے شاعر، ہر زمانہ کے ادیب اور ہر زمانہ کے اہل دل زمانہ کے بگاڑ کی شکایت کرتے چلے آرہے ہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد بھی انسانی خوبیوں کا سرمایہ، انسانی احساسات وجذبات اور نیک انسان موجود رہے۔ یہ اصل میں انہیں لوگوں کی جدوجہد کا نتیجہ ہے جو اس وقت اپنے مفادات سے آنکھیں بند کرکے میدان میں آگئے، انہوں نے اپنے لئے بھی، اپنے خاندانوں کے لئے بھی اور اپنی آئندہ نسلوں کے لئے بھی خطرہ مول لیا، زمانہ کا رخ موڑ دیا اور انسانیت کی کھیتی ان کی کوششوں اور قربانیوں کے پانی سے ہری ہوگئی۔

حقیقت میں انسانیت کی کھیتی ہر زمانہ میں کھاد چاہتی ہے۔ جس طرح فرٹیلائزر (Fertilizers) زمین مین قوت نمو بڑھاتے ہیں، پیداوار کو طاقت بخشتے ہیں، اسی طرح انسانیت کی کھیتی کے لئے بھی کھاد کی ضرورت ہے۔ انسانیت کی کھیتی کے لئے کھاد "ذاتی مفادات" ہیں۔ اغراض و مفادات کی یہ کھاد جب اس کھیتی میں پڑتی ہے تو وہ کھیتی لہلہا اٹھتی ہے، زمین اپنی پیداوار بڑھادیتی ہے اور انسانیت کی جھولی بھر جاتی ہے، انسانیت کو زندگی کی ایک نئی قسط عطا ہوجاتی ہے، انسانوں میں زندہ رہنے کا استحقاق اور زندہ رہنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے، زیادہ سے زیادہ وسائل کی فراہمی، سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی، علم، فلسفہ، ادب وشاعری، کوئی چیز بھی انسانیت کی بقا کی ضمانت نہیں، انسانیت کی بقا کی حقیقی ضمانت وہ جری، دلیر، جاں باز اور دردمند انسان ہیں جو زخمی دل، اشکبار آنکھیں اور سلگتے اور جلتے ہوئے دل ودماغ رکھتے ہیں جو ناسازگار حالات کا سامنا کریں۔ چوٹ کو برداشت کریں اور تاریخ کے دھارے کو بدلنے کے لئے جان کی بازی لگادیں۔ جب کبھی اس جنس کی کمی نظر آئی ہے تو پورا سماج، پورا معاشرہ خطرے میں پڑجاتا ہے خواہ دیکھنے میں آپ کو فربہی نظر آئے، جیسے ایک فربہ جسم جس کے اندر بیسیوں قسم کی بیماریاں پرورش پاتی ہیں، لیکن اس کی فربہی سب پر پردہ ڈالے رہتی ہے، دیکھنے والوں کو دھوکا ہوتا ہے اور سمجھتے ہیں کہ یہ انسان بہت تندرست ہے، لیکن حقیقت میں وہ بیماریوں کا مجموعہ ہے۔

ایسا ہی سماج کا معاملہ ہے، سماج پر بعض مرتبہ غیر طبعی Unnatural اور غیر معتدل فربہی طاری ہوجاتی ہے، اس کے چہرہ پر خون جھلکتا ہوا نظر آتا ہے، لیکن جیسے کہ اقبال نے کہا ہے:

کچھ اور چیز ہے کہتے ہیں جان پاک جسے
یہ آب ورنگ فقط آب وناں کی ہے بیشی

یعنی پانی اور روٹی کی مقدار جسم میں زیادہ ہوگئی تو چہرہ پر تازگی اور رعنائی نظر آتی ہے، لیکن یہ جان پاک نہیں ہے۔ جان پاک تو کچھ اور ہی چیز ہے۔ سماج کی جان پاک اور سماج کی اصل روح اس کے اندر ایثار کا مادہ ہے، اس کے اندر کی قوت برداشت ہے کہ اس کے افراد کس طرح ناگوار باتوں کو برداشت کرلیتے ہیں، کتنے کڑوے گھونٹ پی جاتے ہیں۔ کتنے صدمے برداشت کرلیتے ہیں۔ وہ جلد اشتعال میں

نہیں آتے، آپے سے باہر نہیں ہوتے، سماج میں نیک انسان کی کتنی قدر پائی جاتی ہے، شرافت کی کتنی قدر ہے، اس کو لوگ کس نظر سے دیکھتے ہیں، احسان کو وہ سماج کتنا مانتا ہے ظلم سے اس کے اندر کتنی نفرت ہے؟

کسی سماج کے لئے سب سے بڑا خطرہ (خواہ وہ دنیا کا قدیم معاشرہ ہو یا جدید معاشرہ ہو) یہ ہے کہ اس کے اندر ظلم کا مزاج پیدا ہوجائے۔ پھر اس سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ اس ظلم کو ناپسند کرنے والے اس معاشرہ میں انگلیوں پر بھی گنے نہ جاسکتے ہوں، دوربین تو دوربین، خوردبین سے بھی ان کو دیکھا نہ جاسکتا ہو، پورے معاشرہ میں چند درجن آدمی بھی ایسے نہ ہوں جو اس ظلم کو، اس سفاکی کو، اس قساوت اور سنگ دلی کو، کمزوروں پر دست درازی کو ناپسند کرتے ہوں اور اپنی ناپسندیدگی کا اعلان کرتے ہوں، گھر بیٹھ کر ناپسند کرنے والے تو مل جائیں گے، جو چار چھ آدمیوں کی موجودگی میں کہہ دیں کہ یہ ٹھیک نہیں ہورہا ہے، بڑے خطرہ کی علامت ہے۔ لیکن اپنی ناپسندیدگی کا اعلان کریں اور اس کو لے کر میدان میں آجائیں۔ ایسے افراد کی جب کسی سماج میں کسی معاشرے میں کمی ہوتی ہے تو اس سماج، اس معاشرہ اور اس سوسائٹی کو کوئی طاقت نہیں بچاسکتی ہے، جب کسی معاشرہ میں ظلم پھیلنے لگا ہو اور پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا جانے لگا ہو، جب ظلم کے لئے یہ معیار بن گیا ہو کہ ظالم کون ہے؟ ظالم کی قومیت کیا ہے؟ ظالم کا فرقہ کیا ہے؟ ظالم کی زبان کیا ہے؟ ظالم کس برادری سے تعلق رکھتا ہے؟ تو انسانیت کے لئے ایک عظیم خطرہ پیدا ہوجاتا ہے، جب انسانیت کو اس طرح خانوں میں بانٹا جانے لگے اور ظالم کی بھی قومیت دیکھی جانے لگے، جب اس کا مذہب پوچھا جانے لگے، جب آدمی اخبار میں کسی فساد یا کسی ظلم وزیادتی کی خبر دیکھے تو پہلے اس کی نگاہیں یہ تلاش کریں کہ کس فرقہ کی طرف سے یہ بات شروع ہوئی، اس میں نقصان کس کو پہنچا؟ جب ظلم کے ناپنے اور ظالم ہونے کا فیصلہ کرنے کا یہ پیمانہ بن جاتا ہے کہ وہ کس قوم، فرقہ، طبقہ و برادری سے تعلق رکھتا ہے تو اس وقت معاشرہ کو کوئی طاقت، کوئی ذہانت، کوئی سرمایہ اور بڑے بڑے منصوبے بچا نہیں سکتے۔

اسلام سے پہلے عربوں کا ایک اصول اور مقولہ تھا، جس نے محاورہ کی شکل اختیار کرلی تھی کہ "اپنے بھائی کی مدد کرو، چاہے ظالم ہو، چاہے مظلوم" اور جاہلیت (اسلام سے پہلے) کا عرب اسی اصول پر چل رہا تھا، وہ گویا ایک رہنما اصول تھا اور اس نے مذہبی تعلیم کی حیثیت اختیار کرلی تھی اور یہ بات ایسی مشہور تھی کہ کسی کے سوچنے اور غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی مجلس میں فرمایا کہ "اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے ظالم ہو، چاہے مظلوم ہو" عربوں کے لئے یہ ایسی جانی بوجھی حقیقت اور روزمرہ کی بدیہی بات تھی کہ اس پر سکوت طاری ہوجانا چاہئے۔ پھر اللہ کا رسول کہہ رہا تھا جو غلط بات نہیں کہہ سکتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی جو تربیت کی تھی اور ان کا جو ذہن بنایا تھا وہ ذہن اس کو ہضم نہیں کرسکا۔

انہوں نے عرض کیا:

"نصرہ مظلوما، فکیف نصرہ ظالم؟"

(ہم مظلوم کی مدد تو کریں، لیکن ظالم کی مدد کیسے کریں؟) سوسائٹی اور معاشرہ کی جو سب سے مستحکم بنیاد ہے اور جس پر سب سے زیادہ اعتماد کیا جاسکتا ہے وہ ایسی ہی تربیت ہے کہ اس کا ذوق سلیم، بلکہ اس کا قلب سلیم (ذوق سلیم نے بارہا دھوکہ کھایا ہے، لیکن قلب سلیم دھوکہ نہیں کھاتا) اس کا قلب سلیم اس پر جاگ جائے، چوکنا ہوجائے اور پوچھنے لگے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ معاشرہ میں ظلم ہوتا رہے اور بڑھتا اور پنپتا رہے؟

یہ اخلاقی تربیت اور اس کی کامیابی کا آخری نمونہ ہے، دنیا کی تاریخ میں ایسی تربیت کی مثال ملنی مشکل ہے کہ ایک طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اطاعت و انقیاد کا بے مثال نمونہ تھے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پروانہ وار نثار ہوتے تھے اور یہ نہیں پوچھتے تھے کہ ہمارا انجام کیا ہوگا؟ پروانے شمع پر گرتے ہیں اور جان دیتے ہیں

اور انجام نہیں سوچتے، صحابہ کی جماعت رسول کے کہنے کے بعد پھر غور کرنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھتی تھی۔ لیکن اب اس کے اندر ایسا انقلاب آچکا تھا، معاشرہ کو ایسی مستحکم، ایسی بلند اور ایسی اصولی بنیاد پر اٹھایا گیا تھا کہ جب آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، چاہے ظالم ہو چاہے مظلوم، تو صحابہ کرام تڑپ اٹھے اور پورے ادب سے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ نے اب تک ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم مظلوم کی مدد کریں اور ظالم کا ساتھ نہ دیں، کیا ہم اپنی قوت سماعت پر شک کریں، شاید ہمارے کانوں نے اسے صحیح نہ سنا ہو؟ آپ فرمائیں کہ ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں! ظالم کی بھی مدد ہوتی ہے! مظلوم کی مدد یہ ہے کہ اس پر ظلم نہ ہونے دو، ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑلو، اس کو ظلم نہ کرنے دو۔"

یہ وہ چیز ہے جو انسانی معاشرہ کو بچانے والی ہے کہ بلاتفریق مذہب وملت، بلاتفریق قومیت، بلاتفریق ذات برادری، اپنے تعلقات کو بالکل نظرانداز اور مفادات کو بالکل فراموش کرکے، یہ نہ دیکھا جائے کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون ہے؟ ظالم کوئی بھی ہو اپنی قوم کا محبوب ترین فرد ہو، قائد ہو، رہنما ہو، اس کو ظلم سے روکا جائے۔ اگر معاشرہ میں یہ اخلاقی جرأت، یہ غیر جانب داری اور خلوص کی یہ طاقت ہے تو معاشرہ بچ سکتا ہے اور اگر یہ نہیں ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس معاشرے کو نہیں بچاسکتی۔ آج ہمارے ہاں کی اس چیز کی نظر آتی ہے جس کی وجہ سے اس معاشرے سے متعلق خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ جب کسی انسانی نسل پر، کسی دور میں اخلاقی گراوٹ کا ایسا دورہ پڑتا ہے، یا وہ کسی انسانی سازش یا کسی انتشار پسند طاقت کا شکار ہوتی ہے اس وقت دو طبقے میدان میں آتے ہیں۔ ایک دانشوروں کا طبقہ اور ایک مذہبی انسانوں کا طبقہ یہ دو طبقے ہیں جن میں بگاڑ (Corruption) سب سے آخر میں داخل ہوتا ہے، تاریخ ہمیں بتاتی ہے، قیاس بھی یہی چاہتا ہے اور عقل سلیم (Commonsense) کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ سب سے آخر میں جس طبقہ میں فساد داخل ہوتا ہے اور خرابی آتی ہے وہ مذہبی آدمیوں کا طبقہ ہے۔ اس کے بعد طانشوروں کا طبقہ ہے، لیکن جب دانشوروں اور مذہبی انسانوں میں بھی بگاڑ (Corruption) آجائے تو پھر اس معاشرہ کا..... (یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ خدا حافظ ہے۔ خدا حافظ ہو تو اطمینان ہی اطمینان ہے) لیکن پھر اس معاشرہ کو کوئی چیز بچا نہیں سکتی۔

اس وقت ضرورت ہے کہ دانشور اور مذہبی انسان میدان میں آئیں، اس وقت ضرورت ہے کہ ہماری یونیورسٹیوں سے، ہماری دانش گاہوں سے افراد نکلیں اور معاشرہ کو بچانے کی کوشش کریں۔ مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ کا مورخ جب اس معاشرہ کی تاریخ لکھے گا جس میں ہم اور آپ سانس لے رہے ہیں تو کہیں یہ نہ لکھے کہ یہ حادثہ اس وقت پیش آیا جب ملک میں مسلم یونیورسٹی موجود تھی۔ دارالعلوم دیوبند موجود تھا، ندوۃ العلماء موجود تھا اور جامعہ ملیہ موجود تھا۔ ان کی موجودگی بلکہ ان کی دیوار کے نیچے اور ان کے سایہ میں یہ سب کچھ ہورہا تھا۔ اس وقت ضرورت یہ ہے کہ آپ میدان میں آئیں اور بگاڑ کا، بے اُصولی کا، بددیانتی کا، رشوت خوری اور ذخیرہ اندوزی کا، اقربا نوازی اور خویش پروری کا، سنگ دلی کا اور (مجھے معاف کریں) سب سے بڑھ کر سفاکی اور درندگی کا جو دھارا بہہ رہا ہے اور ملک تباہی و بربادی کے جس رخ پر جارہا ہے اس کا راستہ روک کر کھڑے ہوجائیں۔

ایسے جوان مردوں کے لئے پہلے شرط تو یہ ہے کہ ان کے اندر اخلاقی جرأت ہو اور وہ بے لوث ہوں، وہ اس معاشرہ کو دینے کے لئے آئیں، لینے کے لئے نہ آئیں، اس بگڑے ہوئے نظام سے فائدہ اٹھانے کے لئے نہ آئیں، بلکہ ان کی شان وہ ہو جو ایرانی شاعر عرفی نے بیان کی ہے:

عدیل ہمت ساقیت فطرت عرفی
کہ حاتم و گراں و گدائے خویشتن است

ان لوگوں کی جو ایسے بحران (Crisis) کے موقعہ پر میدان میں آتے ہیں اور پورے معاشرہ کو اور پوری قوم کو موت کے منہ سے نکال دیتے ہیں، ان کی تعریف یہ ہے کہ وہ ساقی کی فطرت اور مزاج رکھتے ہیں، ساقی سب کو پلاتا ہے اور خود نہیں پیتا۔ یہ مرحلہ بہت مشکل ہے اور دل پر پتھر رکھے بغیر طے نہیں ہوسکتا لیکن اس کے بغیر کام بھی نہیں چلتا، میں اپنے عزیز طلبہ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آج عزت کا مقام جبھی حاصل ہوگا جب آپ اس مسلک کو بچانے کی مخلصانہ، جاں فروشانہ، بے غرضانہ اور آخر میں کہتا ہوں کہ مجنونانہ کوشش کریں گے۔ کسی قوم کو، کسی جماعت کو عزت کا مقام اسی وقت ملتا ہے جب وہ کسی کو فائدہ پہنچائے اور خود فائدہ نہ اٹھائے، جب وہ اپنا دامن جھاڑ دے اور دوسروں کی جھولی بھردے، وہ اپنے گھر میں اندھیرا پسند کرے اور دوسروں کے گھر میں چراغ جلائے، جب وہ اپنے بچوں کا بھوکا سلائے، ابوطلحہ انصاری کی طرح اور مہمانوں کو شکم سیر کرکے اٹھائے، آپ تاریخ پڑھیں تو آپ پر بہت سے حقائق کھلیں گے اور عبرت و موعظت کا بڑا سامان ملے گا، لیکن افسوس ہے کہ تاریخی واقعات کی تہہ میں اور انقلابات سلطنت کے پس پردہ حقائق Factors کام کرتے ہیں، جو مخفی طاقتیں کام کرتی ہیں، جو وقت کی رفتار بدل دیتی ہیں، کسی ملک کی قسمت بدل دیتی ہیں، ہمارے مؤرخوں کی نگاہیں وہاں تک نہیں جاتیں، وہ زیادہ تر یہی لکھتے ہیں کہ فلاں بادشاہ آیا اور فلاں بادشاہ گیا، فلاں نے فلاں ملک پر حملہ کیا اور فتح یاب ہوا اور فلاں نے شکست کھائی، لیکن اس کے پیچھے کیا طاقتیں کام کررہی تھیں؟ حقیقی اسباب کیا تھے؟ پھر اسباب کے پیچھے اسباب ہوتے ہیں۔ جیسے مولانا روم کہتے ہیں کہ گرمی کا زمانہ ہے اور ایک شخص پنکھا جھل رہا ہے تو کوتاہ بیں یہ کہے گا کہ یہ ہوا اس کے پنکھے کی وجہ سے آرہی ہے، لیکن جس کی نظر اور گہری ہوگی وہ کہے گا کہ نہیں اصل میں اس ہاتھ کا کارنامہ ہے جو اس کو ہلا رہا ہے، پنکھا زمین پر رکھ دو تو ہوا نہیں آئے گی، اس سے بھی، جس کی گہری نظر ہے وہ کہے گا کہ نہیں یہ ہاتھ بھی نہیں، بلکہ انسان کا ارادہ ہے، اس کی نیک نیتی اور خدمت کرنے کا جذبہ اصل میں اس کا سرچشمہ ہے۔ اگر کسی کی نظر اور گہری ہے تو وہ کہے گا کہ نہیں، یہ نہ پنکھے کا کارنامہ ہے، نہ ہاتھ کا فی ہے، ہوا ضروری تھی یہ ہوا جو فضا میں ہے یہ ہوا اصل میں محسن ہے۔ لیکن جس کی نظر اس سے بھی آگے ہے وہ کہے گا نہیں، اس ہوا کا جو خالق ہے، اس ہوا کو جو حکم دینے والا ہے۔ جس نے اس کو طاقت دی ہے اور آزادی بخشی ہے کہ وہ چلے، وہ ہے محسن حقیقی، تاریخ کا معاملہ بھی یہی ہے کہ واقعات کے پیچھے اسباب ہوتے ہیں، ان اسباب کے پیچھے دوسرے اسباب ہوتے ہیں اور ان اسباب کے درمیان رشتہ ہوتا ہے۔ آپ جو یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی سدھار پیدا ہوا اور کوئی سماج موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہونے کے بعد اچانک تازہ دم ہوکر اٹھا اور اس نے پھر زندگی کا سفر شروع کیا اور اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا شروع کیا، اس کے پیچھے کسی ایسی جماعت، کچھ ایسے افراد کا ہاتھ ہوتا ہے جو اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈالتے ہیں اور جو اپنے نفع سے آنکھیں بند کرلیتے ہیں۔

کسی ایسے ملک میں جو مختلف تہذیبوں کا گہوارہ ہے، مختلف قوموں کا وطن ہے اور یہاں کی ایک تاریخ ہے، یہاں کچھ غلط فہمیاں اور تلخیاں رہی ہیں، کچھ سیاسی کشمکش رہی ہے وہاں موجودہ حالات میں (میں آپ سے صفائی کے ساتھ کہتا ہوں) کم سے کم مسلمانوں کے لئے کوئی راستہ عزت حاصل کرنے کا نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ اس ملک کی اخلاقی قیادت کا جھنڈا بلند کریں اور اس ملک کو بچانے کی مخلصانہ کوشش کریں، وہ ثابت کردیں کہ ملک کو بچانے کے لئے اپنے کو خطرہ میں ڈال سکتے ہیں اور اس ملک کو بچانے میں ان کی کوئی گروہی و مذہبی غرض، قومی غرض یا انفرادی غرض نہیں ہے، وہ اپنی کوششوں کا اجر صرف خدا سے چاہتے ہیں، وہ ایک

عقیدہ اور جذبہ کے تحت میدان میں آئے ہیں کہ یہ ملک امانت ہے، اس ملک کے باشندے خدا کے پیدا کئے ہوئے انسان ہیں، ان کے ساتھ ہمیں رہنا ہے اگر یہ نہ ہوں گے تو ہم نہیں ہوں گے۔

اس وقت ہندوستان میں یہ موڑ آ گیا ہے کہ پڑھے لکھوں کی جماعت، ہماری جامعات اور دانش گاہوں کے فضلاء کی جماعت میدان میں آئے، اس وقت میدان دانش وروں کا ہے، مذہبی آدمیوں کا اور ایسے بے لاگ انسانوں کا ہے، سیاسی پارٹیوں اور سیاسی مفادات سے بالکل آنکھیں بند کرلیں۔ اس سے کوئی مطلب نہ رکھیں کہ ایسا کرنے سے ہماری پارٹی پاور میں آئے گی اور ہمیں حکومت ملے گی۔ ایسی مثال بھی تاریخ میں ملتی ہیں کہ جب موقع آیا انعام ملنے کا اور جب حکومت تھالی میں رکھ کر پیش کی جانے لگی تو اللہ کے بندوں نے کہا کہ ہم نے اس لئے کام نہیں کیا تھا، ہم نے تو ہمدردی میں کیا تھا، خلوص کے ساتھ کیا تھا، خدا کی خوش نودی کے لئے کیا تھا، ہمیں اس کا انعام نہیں لینا ہے۔

حضرات! یہ حقیقت ہے، جسے ہمارے نوجوانوں کو خاص طور پر سمجھ لینا چاہئے کہ یہ بڑا اہم، بڑا قیمتی وقت ہے، ایسے زریں مواقع اقوام وملل کی تاریخ میں اور ملکوں کی تاریخ میں کبھی صدیوں کے بعد آتے ہیں۔ یہ ایک زریں موقع خدا کی طرف سے ہم کو اور آپ کو دیا گیا ہے، خدا کا شکر ہے اس کا احسان ہے کہ اس نے آپ کو اس دور میں پیدا کیا۔ لوگ تو ہمدردی کریں گے، کہیں گے ہم کاش! ایسے دور میں نہ پیدا ہوئے ہوتے۔ لیکن جواں مردوں اور بلند ہمت لوگوں کے سوچنے کا طریقہ یہ نہیں۔ میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔ یہاں کے مسلمانوں کو مبارکباد دیتا ہوں، میں یہاں کے تمام خیر پسند عناصر کو اور تمام انسانیت دوست جماعتوں اور دماغوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ خدا نے ان کو ایک ایسے دور میں پیدا کیا اور ایک ایسا موقع عطا کیا جسے ہمارے اسلاف بڑی بڑی عبادتوں سے حاصل نہیں کرسکتے تھے۔ وہ رات رات بھر جاگ کر نہیں حاصل کرسکتے تھے، وہ دن دن بھر روزہ رکھ کر نہیں حاصل کرسکتے، آج وہ موقع ہم کو حاصل ہے کہ ہم آج انسانیت کی بے لوث خدمت کرکے اور ملک کو بچانے کے لئے جان لڑا کر، اس ملک کو خطرہ کے دہانے سے، ازدھے کے منہ سے نکال سکتے ہیں۔

میں بغیر کسی معذرت کے صاف کہتا ہوں کہ میں نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے، میں نہیں سمجھتا کہ ہمارا معاشرہ کبھی ایسے خطرہ سے دوچار ہوا ہو جیسا کہ اس دور میں، اس تیس پینتیس برس کے اندر ہوا ہے۔ میں بالکل اس پر معذرت نہیں کروں گا۔ ہندوستان کا جسم بارہا زاروزار ہوا، ہندوستان نے شکست کھائی، ہندوستان پر برطانیہ کی بدیسی حکومت رہی یہ سب تاریخی واقعات ہیں، لیکن ہندوستان کی روح اور ہندوستان کا ضمیر اس طرح سے کمزور نہیں ہوا تھا کہ اس نے اپنا کام کرنا چھوڑ دیا ہو، ہندوستان کی تاریخ میں کبھی ایسا دور نہیں آیا کہ برائی کو، ظلم کو اس آسانی کے ساتھ گوارا کرلیا گیا ہو، جس آسانی کے ساتھ آج گوارا کیا جارہا ہے، بلکہ اس کو فلسفہ بنایا جارہا ہے، اس کے ذریعے سے جماعتوں کو مستحکم اور منظم کیا جارہا ہے، اس کے ذریعہ ہندوستان میں حکومت کا استحقاق ثابت کیا جارہا ہے۔ ہندوستان سیکڑوں مصیبتوں کا شکار ہوا ہے، لیکن ضمیر انسانی، ہندوستان کا (Conscience) زندہ رہا، اس نے اپنا کام کرنا، اپنا (Function) کبھی چھوڑا نہیں۔ اس وقت جو اصل خطرے کی چیز ہے۔

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مرجائے
کہ زندگی ہی عبارت ہے تیرے جینے سے

مجھے یہ ڈر ہے کہ ہندوستان کا ضمیر کہیں مرنہ گیا ہو، اس سے بڑھ کر کوئی خطرہ کی بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ اتنے بڑے ملک میں کسی دل دردمند کی کراہ سننے میں نہیں آتی کہ تڑپ کر کسی نے فریاد کی ہو اور قلندرانہ شان سے میدان میں آ گیا ہو۔

گوئے توفیق وسعادت درمیاں افگندہ اند
کس بمیداں درنمی آید سواراں راچہ شد

❖❖

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

دعا مومن کا ہتھیار

انسان کس قدر عاجز ہے کہ ہر لمحہ اور صبح وشام جس چیز کا ضرورت مند ہے، اسے بھی وجود میں نہیں لاسکتا، نہ وہ چاول اور گیہوں کا ایک دانہ پیدا کرسکتا ہے، نہ اپنے لئے پانی کا کوئی قطرہ وجود میں لاسکتا ہے، نہ وہ ہوا اور آکسیجن کی تخلیق کرسکتا ہے، جس کے بغیر چند منٹ بھی اس کی زندگی باقی نہیں رہ سکتی، اور خدا کس قدر قادر اور عظیم ہے جس نے اتنی بڑی کائنات ہمارے لئے بچھائی ہے، اور ہر لمحہ لاکھوں پھل پھول ہیں، جن کو وہ پیدا کرتا ہے، پھر وہ مہربان اور رحم دل بھی کس قدر ہے۔ کہ اس نے سورج کا ایسا چراغ جلا رکھا ہے، جس کی روشنی ہر آنگن میں پہنچتی ہے، اور جس کے حکم سے گھٹائیں رحمت باراں ہوکر ہر کھیت کی پیاس بجھاتی ہیں، یہ آنگن کسی مسلمان کا ہو یا کسی کافر کا، اور یہ کھیت اللہ کے فرمانبرداروں کے ہوں یا نافرمانوں کے۔

جو خدا اس قدر قادر مطلق ہے، جس کے خزانہ قدرت میں نعمتوں کی کوئی کمی نہیں، پھر جو اتنا سخی اور داتا ہے کہ دنیا میں اچھے برے کا فرق کئے بغیر سب کو دیتا ہے، خوب دیتا ہے اور دامن بھر بھر دیتا ہے، اس سے بڑھ کر کون اس لائق ہوسکتا ہے کہ عاجز وکمزور اور ضرورت وحاجتمندی کا پتلا انسان اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے، اور اپنی ضرورتوں کے کشکول اس کے سامنے کھولے، کہ اللہ! اپنے ایک فقیر بے نوا اور گدائے بے آسرا پر نگاہ کرم فرما اور اپنے جود وسخا اور داد ودہش کے دربار سے اس کے عاجز ہاتھوں کو واپس نہ کر۔ اسی ادائے بندگی کا نام "دعا" ہے۔

دعا کو اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اہل ایمان سے فرمایا ہے کہ وہ اللہ سے مانگے اور اس سے دعا کرے، (غافر:۱۴،۶۵) اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا "ادعونی استجب لکم" (غافر:۶۰) اپنے نیک بندوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا کہ ان کے پہلو بستر سے الگ ہوتے ہیں، اور خوف وطمع کے ساتھ اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں۔ (السجدہ :۱۶) ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ سے اس کے فضل کے طلبگار رہو واسالوا اللہ من فضلہ (النساء:۳۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عبدیت اور بندگی کا نمونہ تھے دعا کرنے کی خوب ترغیب دی ہے، آپ نے فرمایا کہ دعا دراصل عبادت ہے: الدعاء ھو العبادہ (ترمذی عن نعمان بن بشیر) ایک اور روای میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو عبادت کی روح اور اس کا مغز قرار دیا۔ (ترمذی:۳۳۷۱) مخلوق کا مزاج یہ ہے کہ اس سے کچھ مانگو تو ناگواری ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو دعاء سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں۔ (ترمذی عن ابی ہریرہ) اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ سے نہیں مانگتا، اللہ اس پر غصہ ہوتے ہیں۔ (ترمذی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مصیبتیں آچکی ہیں، دعاء ان میں بھی نافع ہے اور جو آنے والی ہیں دعاء ان سے بھی بچاتی ہے، اس لئے اللہ کے بندو! تم پر دعاء کا اہتمام ضروری ہے۔ (مشکوٰۃ:۲۲۳۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جس کیلئے دعا کا دروازہ کھل گیا، اس کیلئے رحمت کے دروازے وا ہوگئے، اور انسان اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگتا ہے، اس میں عافیت سے بہتر کچھ اور نہیں۔ (مشکوٰۃ:۲۲۳۹)

عام طور پر لوگ مصیبت کے وقت ہی

دعا کرتے ہیں، یہ بندہ کی خودغرضی کی بات ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چاہتا ہے کہ مشکل وقتوں میں اس کی دعا قبول کی جائے اسے چاہئے کہ بہتر وقت میں خوب دعا کیا کرے، (ترمذی عن ابی ہریرہؓ) دعا چونکہ خود عبادت ہے، اس لئے وہ کبھی رائیگاں نہیں جاتی، آپ نے فرمایا: یا تو اس کی دعا اسی طرح قبول کرلی جاتی ہے، یا آخرت کے اجر کی صورت میں محفوظ ہوجاتی ہے، یا اسی مطلوب کے بقدر مصیبت اس سے دور کردی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ عن ابی سعید خدری:۲۲۵۹)۔

چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے پروردگار بہت حیاء والے اور کریم ہیں، جب بندہ ہاتھ پھیلاتا ہے تو اس سے حیاء کرتے ہیں کہ اس کے ہاتھوں کو خالی واپس کردیں۔ (مشکوٰۃ:۲۲۴۴)۔ البتہ دعاء کے معاملہ میں عجلت اور بے صبری نہیں ہونی چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر انسان گناہ یا قطع رحمی کی دعاء نہ کرے تو اس کی دعاء قبول ہوتی ہے، بشرطیکہ جلد بازی سے کام نہ لے، دریافت کیا گیا، کہ جلد بازی سے کیا مراد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوں کہے میں نے بہت دعا کی لیکن لگتا ہے میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ چنانچہ ناامید ہوکر دعا کرنا چھوڑ دے۔ (مشکوٰۃ عن ابی ہریرۃ:۲۲۳۷) اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خوشحالی اور کشادگی کا انتظار بھی افضل ترین عبادت ہے، وافضل العبادۃ انتظار الفرج۔ (مشکوٰۃ:۲۲۳۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو دیکھئے تو صبح سے شام تک دعاء کا معمول ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح دعاء کرو کہ دل میں یقین ہو کہ اللہ اسے ضرور ہی قبول فرمائیں گے۔ فاسئلوہ و انتم موقنون بالاجابۃ۔ (مجمع الزوائد:۱۰/۱۴۸) کیونکہ جب تک دعا کے قبول ہونے کا یقین نہ ہو وہ کیفیت وانابت پیدا نہیں ہوسکتی، جو دعا کے لئے مطلوب ہے، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ دعا کے وقت قلب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو، دل غافل اور لاپرواہ ہو اور زبان پر دعا کے کلمات ہوں، تو یہ دعا مقبول نہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ غافل اور بے توجہ دل کی دعا قبول نہیں فرماتے ہیں (مشکوٰۃ:۲۲۴۱) خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ دعا کرنے والے پر فروتنی کی کیفیت ہونی چاہئے، ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ۔ (الاعراف:۵۵)

قلب کے ساتھ ساتھ جسمانی اعتبار سے بھی دعا کرنے والے کو بندگی اور عجز ونیاز

ناہل کو کوئی عہدہ سپرد کرنا

ایک حدیث میں رسول کریم کا ارشاد ہے کہ: جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی وتعلق کی بناء پر بغیر اہلیت معلوم کئے ہوئے دے دیا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل، یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہوجائے۔ (جمع الفوائد، صفحہ:375)

بعض روایات میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اس عہدہ کے لئے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ کی خیانت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور سب مسلمانوں کی، آج جہاں نظام حکومت کی ابتری نظر آتی ہے، وہ سب اس قرآنی تعلیم کو نظر انداز کردینے کا نتیجہ ہے کہ تعلقات اور سفارشوں اور رشوتوں سے عہدے تقسیم کئے جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نااہل اور ناقابل لوگ عہدوں پر قابض ہوکر خلق خدا کو پریشان کرتے ہیں اور سارا نظام حکومت برباد ہوجاتا ہے۔

اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: "اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ" یعنی جب دیکھو کہ کاموں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کردی گئی جو اس کام کے اہل اور قابل نہیں تو اب اس فساد کا کوئی علاج نہیں، قیامت کا انتظار کرو۔ (یہ روایت صحیح بخاری کتاب العلم میں ہے)۔ (معارف القرآن جلد، 2 صفحہ 446)

کا مظہر ہونا چاہئے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ سے مانگو تو ہتھیلیوں کی طرف سے نہ کہ پشت کی جانب سے یعنی ہتھیلیاں پھیلا کر رکھو نہ کہ پشت اور پھر اپنی ہتھیلیوں کو اپنے چہرہ پر پھیر لو۔ (مشکوٰۃ عن ابن عباس:۲۲۴۳)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ دعا کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ مونڈھوں کے مقابل یا ان کے قریب ہو (ابوداؤد: عن عکرمہ) گویا ایک بھکاری ہے جو اپنا ہاتھ پھیلایا ہوا ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک بھی یہی تھا، (مشکوٰۃ:۲۲۵۴)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہاتھ سینوں کے مقابلہ ہونا چاہئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔ (مشکوٰۃ:۲۲۵۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے کلمات کے بارے میں بھی آداب بتائے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنی چاہئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود۔ پھر دعا کرنی چاہئے۔ (مجمع الزائد:۱۰/۱۵۵) حضرت فضالہ بن عبید سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک صاحب آئے، نماز پڑھی، پھر دعا کرنے لگے، کہ اللہ! مجھے معاف فرما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے نماز پڑھنے والے تم نے جلد بازی کی، جب نماز پڑھو تو بیٹھو، پھر اللہ کی حمد کرو، پھر مجھ پر درود بھیجو، اس کے بعد فرمایا کہ دعا کرو قبول کی جائے گی۔ سل تعطہ۔ (مجمع الزوائد:۱۰/۱۵۶) دعا کرتے ہوئے آواز پست اور آہستہ ہونا چاہئے، کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے دعا کے آداب میں یہ بات فرمائی ہے کہ دعا میں آواز پست ہونی چاہئے۔ (اعراف:۵۵) کیونکہ پست آواز میں ریا اور دکھاوے کا اندیشہ کم ہے، آدمی اپنی ضرورت کے مطابق دعا کرسکتا ہے، اس سے رقت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، آج کل اجتماعی طور پر دعاء کا رواج بڑھ گیا ہے، اس میں بعض اوقات دعا "رسم دعا" بن جاتی ہے، رقت اور خشیت کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی، اور چونکہ ہر شخص کی ضرورتیں الگ الگ ہوتی ہیں اس لئے انسان اپنی ضرورت کے مطابق خدا سے سوال نہیں کرپاتا، دعا کے آداب میں یہ بھی ہے کہ دعا خواہ کسی کے لئے کرنی ہو، دعا کا آغاز اپنی ذات سے کرے۔ (مجمع الزوائد:۱۰/۱۵۲، باب دعاء المراء النفسہ) کیونکہ اس سے عجز اور اللہ کے سامنے احتیاج کا اظہار ہوتا ہے، اور دراصل یہی کیفیت دعا کرنے والے میں مطلوب ہے۔

کچھ خاص اوقات ہیں جن میں دعاء مقبول ہوتی ہے، رات کے آخری اور تہائی حصہ میں یہاں تک کہ صبح طلوع ہوجائے۔ (مسند احمد عن ابی مسعود) جہاد میں صفوں کے آراستہ ہونے کے وقت، بارش ہونے کے وقت، نماز کے اوقات کے وقت (ترمذی عن ابی ہریرہ) اس کے علاوہ فرض نمازوں کے بعد، شب قدر اور بعض خاص راتیں دعاء کی قبولیت کے خاص مواقع ہیں، اسی طرح کچھ لوگ ہیں، جن کی دعاؤں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر مقبول قرار دیا ہے، ان ہی میں مظلوم ہے گو وہ اپنے اعمال کے اعتبار سے برا ہی کیوں نہ ہو، روزہ دار تا آنکہ افطار کرلے، اور مسافر تا آنکہ واپس آجائے۔ (مجمع الزوائد:۱۰/۱۵۲)۔ امام عادل کی دعاء اور باپ کی دعاء اپنی اولاد کے حق میں مقبول ہے۔ (مشکوٰۃ عن ابی ہریرہ:۲۲۴۸، ۲۲۲۹) کسی شخص کی غیر موجود مسلمان بھائی کے بارے میں دعاء بھی مقبول ہوتی ہے اور متعدد روایتوں میں اس کا ذکر ہے۔ (ترمذی عن عبداللہ بن عمر) حاجی کی دعا گھر واپسی تک، اور مجاہد کی دعا جہاد سے فارغ ہونے تک بھی مستجاب دعاؤں میں ہے۔ (مشکوٰۃ:۲۲۶۰) جیسے ان لوگوں کی دعاء مقبول ہوتی ہے اور اس میں شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہئے، ویسے ہی ان کی بددعاء اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اولاد اور مال پر بددعا نہ کرو، کہ کہیں وہ وقت دعاء کی مقبولیت کا ہو اور یہی دعاء عنداللہ مقبول ہوجائے۔ (مسلم عن جابر)۔

مولانا محمد منظور نعمانی

امت محمدیہ کے مردوں اور عورتوں کے دس اوصاف

اعوذ اللہ من الشیطٰن الرجیم،
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

ان المسلمین و المسلمٰت والمؤمنین و المؤمنات و القانتین و القانتات والصادقین والصادقات والصابرین و الصابرات والخاشعین و الخاشعات والمتصدقین و المتصدقات والصائمین والصائمات والحافظین فروجھم والحافظات والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات أعد اللہ لھم مغفرۃ و أجراً عظیماً۔ (سورۂ احزاب آیت:۳۵)

بے شک دین اسلام اختیار کرنے والے مرد اور دین اسلام اختیار کرنے والی عورتیں اور ایمان و یقین والے مرد اور ایمان و یقین والی عورتیں اور (اللہ و رسول کی) فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور صدق و سچائی والے مرد اور صدق و سچائی والی عورتیں اور صبر برداشت کرنے والے مرد اور صبر برداشت کرنے والی عورتیں اور انکسار و فروتنی اختیار کرنے والے مرد اور انکسار و فروتنی اختیار کرنے والی عورتیں اور (راہ خدا میں) صدقہ خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ خیرات کرنے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور (شہوت نفس کے ناجائز تقاضوں سے) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو زیادہ یاد کرنے اور یاد رکھنے والے مرد اور زیادہ یاد کرنے اور یاد رکھنے والی عورتیں، اللہ نے ان سب کے واسطے طے کر رکھی اور تیار کر رکھی ہے بخشش اور اجر عظیم۔

تفسیر وتشریح

پچھلے ہفتے سورۂ احزاب کے چوتھے رکوع کا درس ہوا تھا۔ اس کا خاص روئے سخن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی طرف تھا، ان کے خاص مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ان کو کچھ خصوصی ہدایتیں فرمائی گئی تھیں، نماز، زکوٰۃ جیسے اعمال صالحہ کو اہتمام سے ادا کرنے کی اور منکرات و مکروہات سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی گئی تھی، اگرچہ یہ اوامر و نواہی امت کی سب خواتین کے لئے ہیں، پچھلے رکوع میں ان احکام کی خاص مخاطب ازواج مطہرات ہی تھیں۔ اب یہ پانچواں رکوع شروع ہوا ہے اس کی پہلی آیت اپنے مضمون کے لحاظ سے بڑی جامع اور اہم آیت ہے، اس میں وہ سارے اوصاف جمع کردیے گئے ہیں جو اللہ کو اپنے بندوں اور بندیوں میں مطلوب ہیں۔ جو بندہ یا جو بندی یہ اوصاف و خصائل جس درجہ اپنے اندر پیدا کرلے وہ اسی درجہ میں مومن کامل اور "ولی اللہ" ہے۔ یہ آیت گویا "ولایت الٰہی" کا منشور ہے۔ اس آیت کا روئے سخن امت محمدیہ کے تمام مردوں اور عورتوں کی طرف ہے۔ اس میں مردوں کے ساتھ عورتوں کا ذکر صراحت کے ساتھ کرکے گویا یہ اعلان فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے آئی ہوئی روحانی دولت میں عورتیں مردوں کی برابر کی شریک ہیں اور ان کے لئے ولایت اور قرب الٰہی کے وہ سب دروازے کھلے ہوئے ہیں جو مردوں کے لئے کھلے ہیں۔

بہرحال اس آیت میں امت محمدیہ کے تمام مردوں اور عورتوں کو سنایا جارہا ہے

کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری چھوٹی بڑی ساری خطائیں، سارے گناہ اور ساری لغزشیں معاف فرمادے اور تم سے آخرت میں کوئی باز پرس نہ ہو اور اُس رب کریم کی طرف سے ''اجر عظیم'' تم کو عطا ہو (جس میں بلاشبہ رضائے مولیٰ اور دیدارِ الٰہی بھی شامل ہے) تو یہ دس اوصاف اپنے اندر پیدا کرلو۔

ایک اسلام: جس کا مطلب ہے اللہ کے حضور میں سرافگندہ ہوجانا، اس کے دین کو قبول کرکے اس کے حکموں پر چلنے کا فیصلہ کرلینا اور اس کی بندگی کو اپنی زندگی کا اصول بنالینا۔(ان المسلمین و المسلمات) میں اسی وصف کا ذکر ہے۔

دوسرا ایمان: ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے پیغمبر نے جو ایسی باتیں اور ایسی حقیقتیں بتلائیں جن کو ہم بطور خود نہیں جان سکتے، اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے، اپنی عقلوں سے نہیں سمجھ سکتے (جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، قیامت، آخرت، جنت، دوزخ، فرشتوں کا وجود، وحی کا آنا، قرآن شریف کا کلام اللہ ہونا، وغیرہ وغیرہ) تو ایسی ساری باتوں اور حقیقتوں پر، صرف اللہ کے پیغمبر کے اعتبار و اعتماد پر دل سے ایسا یقین کرلینا اور مان لینا جیسا کہ آنکھوں دیکھی چیزوں پر یقین کرلیا جاتا ہے۔(المومنین و المؤمنات) میں اسی کا ذکر ہے۔

تیسرا وصف ہے: عملی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی کامل فرماں برداری کرنا۔ (والقانتین والقانتات) میں اسی وصف کا ذکر ہے۔

چوتھا وصف ہے سچائی و راستبازی: اپنے اقوال میں بھی اور اعمال و معاملات میں بھی۔(والصدقین والصادقات) میں اسی کا ذکر ہے۔

پانچواں وصف ہے صبر: ''صبر'' کا لفظ ہماری آپ کی زبان میں یعنی اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے، لیکن ہماری زبان میں اس کے معنیٰ بہت محدود ہیں، جو ہم آپ سب جانتے ہیں، لیکن قرآن پاک کی زبان میں صبر کے معنیٰ بہت وسیع ہیں اور وہ بہت اونچا وصف ہے، یعنی کسی اعلیٰ مقصد کے لئے تکلیفیں اٹھانا، مصیبتیں جھیلنا، اپنے نفس پر کنٹرول رکھنا۔(والصابرین والصابرات) کا یہی مطلب ہے۔

چھٹا وصف ہے خشوع: اس کے معنیٰ ہیں فروتنی، عاجزی وانکساری، اللہ تعالیٰ کے حضور میں بھی اور بندوں سے برتاؤ میں بھی، باطن میں بھی اور ظاہر میں بھی، یہ وصف عبدیت اور بندگی کی روح اور جان ہے (والخاشعین والخاشعات) میں اسی کا ذکر ہے۔

ساتواں وصف ہے اللہ کی راہ میں اپنے مال کی قربانی: یعنی اس کی رضا جوئی کیلئے صدقہ وخیرات کرنا، جس سے بخل و کنجوسی کی روحانی بیماری کا علاج بھی ہوتا ہے اور اللہ کے حاجت مندوں کی مدد بھی ہوتی ہے۔ (والمتصدقین والمتصدقات) میں اسی وصف کا ذکر ہے۔

آٹھواں وصف ہے روزہ داری: یعنی اللہ کی رضا اور اپنے نفس کے علاج کے لئے اور اپنے اندر تقویٰ کی صفت پیدا کرنے کے لئے روزے رکھنا، فرض بھی اور حسب توفیق نفلی بھی۔(والصائمین والصائمات) میں اس وصف کا ذکر ہے۔

نواں وصف ہے عفت و پاک بازی: یعنی شہوت نفس کے غلط اور ناجائز تقاضوں سے اپنی حفاظت کرنا۔ (والحافظین فروجھم والحافظات) میں اس کا ذکر ہے۔

دسواں اور آخری وصف اللہ کا ذکر: نہ صرف ذکر، بلکہ ذکر کثیر۔ یعنی اللہ سے غافل نہ ہونا، اُس کا دھیان رکھنا اور زیادہ سے زیادہ اس کا ذکر کرنا۔ اس میں نماز، قرآن پاک کی تلاوت، اللہ کی حمد و تسبیح اور دعا و استغفار وغیرہ ذکر اللہ کی سب شکلیں شامل ہیں۔(والذاکرین اللہ کثیراً و الذاکرات) میں اسی کا ذکر ہے۔

یہ دس صفتیں، جو بندہ اپنے اندر پیدا کرلے وہ بامراد اور کامیاب ہے۔ وہ اللہ کا اور اللہ اس کا ہوگیا، ایسے بندوں کو اس آیت میں بشارت سنائی گئی ہے۔(اعد اللہ لھم مغفرۃ واجراً عظیماً) یعنی اللہ نے

ایسے بندوں کیلئے مغفرت و بخشش اور ''اجر عظیم'' کا تحفہ تیار کررکھا ہے۔ جس ''اجر'' کو خود اللہ تعالیٰ ''عظیم الشان'' فرمائے اس کی عظمت کا کوئی بندہ یہاں تصور بھی نہیں کرسکتا۔

ایک حدیث قدسی

ایک مشہور حدیث قدسی ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اسی کی طرف سے امت کو پہنچایا۔ ''اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت، و لاأذن سمعت، ولا خطر علی قلب بشر۔'' میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے جنت میں راحت و لذت اور مسرت کے وہ سامان اور وہ نعمتیں تیار کرکے رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں کبھی ان کا خیال ہی آیا ہے، یعنی جو انسانی خیال و تصور کی پرواز کی حد سے بھی بالاتر ہیں، بس وہیں پہنچ کر معلوم ہوگا کہ وہ کیا نعمتیں ہیں اور ان میں کیسی لذت اور مسرت کا کیسا سامان ہے۔(مشکوٰۃ، باب صفۃ الجنۃ.....بحوالہ بخاری و مسلم)

اس کی صحیح مثال یہ ہے کہ ہم آپ جب اس دنیا میں آنے سے پہلے اپنے ماؤں کے پیٹ میں تھے تو ہمیں کچھ معلوم نہ تھا کہ ہم کسی اور دنیا میں پہنچیں گے اور وہاں لذت و راحت کے عجیب و غریب سامان ہوں گے، وہاں زعفرانی، بریانی، فیرنی اور کباب قورمہ جیسی لذیذ غذائیں ہوں گی، روح افزا جیسے لذیذ مشروب ہوں گے مشکی حنا اور شمامۃ العنبر اور روح گلاب اور کیوڑہ جیسے عطریات ہوں گے۔ سیر و تفریح کے لئے پارک اور چمن ہوں گے، سواری کے لئے موٹریں ہوں گی، عالی شان محلات ہوں گے، تو ماں کے پیٹ والی ہماری پہلی دنیا میں ان چیزوں کا تصور بھی نہیں ہوسکتا تھا، لیکن جب اللہ کے حکم سے یہاں آئے اور اللہ نے یہ چیزیں نصیب فرمائیں تو اس کے بعد ہی ان کو جانا، بالکل اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے جو نعمتیں جنت میں تیار کررکھی ہیں ان کا یہاں ہم تصور بھی نہیں کرسکتے، وہ ہمارے ادراک و خیال کی پرواز سے بھی وراء الوراء ہیں، بس وہاں پہنچ کر ہی ہم اُن سے آشنا ہوں گے۔

آخرت اور جنت میں عطا ہونے والی اُن سب نعمتوں کو اس آیت میں ''اجر عظیم'' فرمایا گیا ہے، ان نعمتوں کے حاصل کرنے کا راستہ کیا ہے؟ اور ان کی قیمت کیا ہے جو ہم کو ادا کرنی ہے؟ بس وہی اعمال و اوصاف جن کا اس آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے، میں نے عرض کیا تھا کہ اللہ کے جو بندے جس درجہ میں یہ اوصاف اپنے اندر پیدا کرلیں وہ اسی درجہ میں ''مومن کامل'' اور ''اللہ کے ولی'' اور یہ آیت ''ولایت الٰہی کا منشور'' ہے۔

تصوف اور صوفیہ

بزرگان دین کی خانقاہوں کا اصل موضوع یہی تھا کہ اللہ کے طالب بندے وہاں کے خاص ماحول میں رہ کر یہ ایمانی اوصاف اور یہ اخلاق و اعمال اپنے اندر پیدا کرلیں اور ان کی ایسی مشق کرلیں کہ یہی ان کی طبیعت ثانیہ ہوجائے، بس یہی تصوف ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔

ان مطلوبہ اوصاف میں آخری اور انتہائی چیز ''اللہ تعالیٰ کا ذکر کثیر'' ہے، سب سے آخر میں فرمایا گیا ہے۔(والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات) پھر آگے اسی سورت میں چند ہی آیتوں کے بعد ارشاد فرمایا گیا ہے۔(یا ایھا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً) اے ایمان والے بندو! اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا کرو اور اس کو بہت یاد رکھو)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے انہی آیتوں کی روشنی میں فرمایا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو جن عبادتی اعمال کا حکم دیا گیا ہے، اُن سب کی ایک حد مقرر ہے کہ بس اتنا ضروری ہے اس کے بعد چھٹی۔ نماز روزہ، حج وغیرہ سب کا یہی حال ہے۔ لیکن ''ذکر اللہ'' کے لئے ایسی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی ہے، بلکہ حکم ہے کہ ہر وقت اور ہر حال میں اس کو یاد کرو اور یاد رکھو۔ ارشاد فرمایا گیا ہے۔(فاذکروا اللہ

قیاماً و قعوداً و علی جنوبکم) (یعنی اللہ کا ذکر کرو کھڑے ہونے کی حالت میں اور بیٹھے ہونے کی حالت میں اور جب تم لیٹے ہوئے ہو) اس کا کھلا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد تمہاری دل و دماغ میں اس طرح بس جانی چاہئے کہ کسی حال اُس سے غفلت نہ ہو، یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ امت کے تمام طبقوں میں یہ دولت صرف مشائخ ربانی کا حصہ ہے، جن کو "صوفیہ" کہا جاتا ہے۔

ایک حدیث شریف کا مضمون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اللہ کے بندوں میں کون لوگ افضل اور زیادہ بلند مرتبہ ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا "والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات" یعنی اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے بندوں اور بندیوں کا درجہ اور مرتبہ سب سے اعلیٰ و بالا ہے۔ (مشکوٰۃ باب ذکر اللہ، بحوالہ احمد و ترمذی)

اللہ تعالیٰ اس دولت کا کچھ نہ کچھ حصہ ہم آپ سب کو نصیب فرمائے اور اللہ کی رحمت سے یقین کے ساتھ امید ہے کہ ہم آپ میں جو بھی سچے دل سے اس کا طالب ہوگا اور اُس کے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتا رہے گا، ان شاء اللہ وہ محروم نہ رہے گا۔

(سبحانك اللهم و بحمدك، و نشهد ان لا اله الا انت نستغفرك و نتوب اليك)

نعت رسول مقبولؐ

بگڑی ہوئی تھی بزم کی قسمت بنائی ہے
دنیا سے آکے آپؐ نے نفرت مٹائی ہے
جب لٹ رہی تھی دہر میں ماں بیٹیوں کی لاج
عورت کی آکے آپ نے عفت بچائی ہے
ابلیس تھا عروج پہ دنیا میں اس قدر
جیسے بتوں کا راج بتوں کی خدائی ہے
زندہ ہی دفن ہوتی تھیں معصوم لڑکیاں
بیٹی کی آکے آپؐ نے عظمت بتائی ہے
صدیوں سے جگ میں اوس اور خزرج تھے لڑ رہے
سینوں میں اُن کے آپ نے الفت جگائی ہے
انسان کو کفر و شرک سے آگاہ کردیا
اللہ کی، قلوب میں وقعت بٹھائی ہے
دنیا فدا ہے جس پہ، وہ تہذیب عطا کی
دریا کی طرح آپؐ نے رحمت لٹائی ہے
جب برسرِ پیکار ہوا حق سے بھی باطل
میداں میں جاکے آپؐ نے جرأت دکھائی ہے
ہوجاتے ہیں اپنے بھی پرائے یہ ہوا ہے
تبلیغ دیں میں کتنی مشقت اٹھائی ہے
قرآن اور حدیث کی دولت سے نوازا
زاہد تمہارے سر پہ یہ رحمت عطائی ہے

محمد شوکت علی دردؔ

ڈاکٹر عدنان الحق خان

انسانیت کے مسائل کا حل

آج انسانیت اپنے سب سے بدترین دور سے گزر رہی ہے۔ اس زمین پر جہاں مختلف قسم کے جرائم، لوٹ مار، جھوٹ وفریب کا دور دورہ ہے، وہیں یہاں جعل سازی، ناحق قتل، دہشت گردی، رشوت اور فحاشی وعریانیت عام ہے۔ آئے دن ہورہے زنا بالجبر اور جنسی جرائم کسی بھی صالح انسان کا دل دہلانے کے قابل ہیں۔ آج پوری دنیا اس طرح کے لاکھوں مسائل میں گھری ہوئی ہے۔ جرائم کی دنیا سے باہر آئیں تو عالمی ماحولیاتی بحران و گلوبل وارمنگ، عالمی مالیاتی بحران توانائی کا غیر ذمہ دارانہ استعمال، عالمی سیاست میں ہورہے جرائم جیسے سنگین مسائل منہ پھاڑے کھڑے ہیں۔

دنیا میں مختلف نظام ہائے زندگی، افکار ونظریات نے جنم لیا، اور ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ وہ ناکارہ ثابت ہوئے۔ وہیں دوسری طرف اسلام ہی ایک واحد نظام، واحد نظریہ، واحد فکر اور واحد طریقۂ زندگی ہے جس نے ماضی میں ان مسائل کو حل کیا، اور آج بھی تمام انسانی مسائل کے حل کی قدرت رکھتا ہے۔ ایک مفکر نے کہا ہے کہ "آج دنیا تمام نظام وافکار نظریات سے بانجھ ہوگئی ہے، اور سوائے اسلام کے اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں بچا ہے۔" آج دنیا بے صبری کے ساتھ اپنے ہمدرد و مسیحا کا انتظار کررہی ہے جو کہ انہیں ان مسائل سے نجات دلائے گا۔ لیکن داعی امت ہے کہ سوئی ہوئی ہے۔ اپنے اس فرض منصبی سے نہ صرف جی چرا رہی ہے بلکہ و اس سے انجان بھی ہے۔

آج کے دور میں ایک طرف امیر ترین شخص کے پاس ہر عیش و آرام ہونے کے باوجود سکون قلب (اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت) میسر نہیں ہے۔ وہیں دوسری طرف دنیا مال کی غیر مساوی تقسیم کی وجہ سے غربت جھیل رہی ہے۔ جہاں سیاسی دہشت گردی نے اپنے پیر پسارے ہیں۔ وہیں معاشی و اقتصادی بحران کا تھپیڑا بھی انسان جھیل رہا ہے۔ کیا ہے ان مسائل کا حل؟..... اسلام..... واحد اسلام..... صرف اور صرف اسلام۔ لیکن افسوس جن لوگوں کے پاس یہ نعمت خداوندی ہے وہ خود ان مسائل کا شکار اور اس کے حل سے ناآشنا ہیں۔

مانگتے پھرتے ہیں، اغیار سے مٹی کے چراغ
اپنے خورشید پہ پھیلا دیئے سائے ہم نے

اسلام ہی مسائل کا واحد حل ہونے کی دلیل حال ہی میں نیویارک شہر میں گلوبل وارمنگ و ماحولیات کے تحفظ کے لئے ہوئی، بین الاقوامی کانفرنس میں دیکھنے کو ملا۔ جس میں برطانیہ کے شہزادہ چارلس نے بین الاقوامی ماحولیاتی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے یہ کہہ کر اس میں شریک تمام ماہرین کو حیرت زدہ کردیا کہ اسلامی اصولوں پر کاربند رہ کر ماحولیات کا تحفظ کیا جاسکتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ عالمی حدت کی وجہ سے دنیا میں جو تغیرات، تبدیلیاں رونما ہورہی ہیں۔ اور ان سے جو مسائل پیدا ہورہے ہیں۔ ان سے نمٹنے کے لئے قرآن مجید میں بتائے گئے رہنمایانہ اصولوں کا سہارا لینے کی ضرورت ہے۔ ایک عیسائی کی اس شہادت سے مسلم دنیا کو سبق لینا چاہئے کہ اب وقت آگیا ہے کہ مسلم دنیا داعی امت کی طرح کام کریں اور اپنے فرض منصبی کو پورا کریں اور انقلاب کے داعی بنیں یہی انقلاب کی راہ ہے۔

❖❖

محدث العصر ابواللیث سمرقندیؒ

آپس کے تعلقات اور قطع تعلق

تین دن سے زیادہ قطع تعلق نہ کرو

حضرت ابوایوبؓ انصاری حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ایک مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق جائز نہیں کہ اچانک ملاقات ہوجائے تو ایک کا منہ ادھر کو اور دوسرے کا اُدھر کو ہو اور ان میں سے بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

حضرت حسن بصری یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ ایک دوسرے سے قطع تعلق مت کرو، اگر ایسا کرنا ناگزیر ہی ہو تو تین دن سے زیادہ نہ ہو اور جو مسلمان اس قطع تعلق کی حالت میں مرجائیں گے وہ جنت میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔

آپس میں محبت رکھنا

حضرت ابن بن مالکؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کے لئے قیامت کے دن نور کے منبر بچھائے جائیں گے، انبیاء علیہم السلام اور شہدا ان پر رشک کریں گے اور وہ خود نبی ہوں گے نہ شہید، عرض کیا گیا یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ ارشاد فرمایا جو لوگ محض اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔

قطع تعلق کرنا اور بغض وعناد رکھنا

حضرت ابوہریرہؓ حضور اقدس صلی الہ علیہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے روز کھولے جاتے ہیں اور ان دنوں میں ایسے لوگوں کی بخشش کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں کرتے، البتہ جن دو آدمیوں میں باہم بغض وعناد ہوتا ہے ان کے لئے حکم ہوتا ہے کہ ان کی مغفرت میں انتظار کرو۔ حتی کہ وہ آپس میں صلح کرلیں اور تین دن سے زائد قطع تعلق رکھنے والوں کے اعمال اوپر جاتے ہیں تو وہ واپس لوٹا دیئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا آسمان دنیا پر نزول فرمانا

حضرت ابوامامہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے اور اہل زمین پر خوصی توجہ فرماتے ہیں۔ بس کافر اور کینہ ور کے سوا سب کی بخشش ہوجاتی ہے۔ فقیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آسمانی دنیا کی طرف اترنے اور نزول فرمانے کا مطلب اس کے خصوصی احکام کا اترنا ہے جیسا کہ (فآ تھم اللہ من حیث لم یحتسبوا) میں یہی مراد ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچا۔ (۵۹/۲)

پانچ قسم کے لوگوں کی نماز قبول نہیں ہوتی

حضرت انسؓ بن مالک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ پانچ قسم کے لوگوں کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ (یعنی وہ ثواب سے محروم ہوں گے اگرچہ فرض ان کے ذمہ سے ساقط ہوگا)۔

۱- اس عورت کی جس پر اس کا خاوند (کسی شرعی وجہ سے) ناراض ہو۔

۲- اس غلام کی جو آقا کی اطاعت سے بھاگ نکلا ہو۔

۳- اس شخص کی جو قطع تعلقی کی وجہ سے تین دن سے زائد تک مسلمان بھائی سے کلام نہیں کرتا۔

۴- اس شخص کی جو شراب کا عادی ہے۔

۵- اور اس امام کی جسے مقتدی (کسی شرعی وجہ سے) ناپسند سمجھتے ہوں۔

لوگوں میں مصالحت کرانا

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں

تمہیں ایک ہلکا سا صدقہ بتاؤں جو اللہ تعالیٰ کو بھی پسند ہے؟ عرض کیا گیا ضرور بتایئے۔ ارشاد فرمایا وہ یہ ہے کہ جب لوگ باہم قطع تعلق کریں تو ان میں مصالحت کرانا۔

حضرت ابودردا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ کیا تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو نفل نماز روزہ اور صدقہ وغیرہ اعمال سے بھی بڑھ کر ہے؟ عرض کیا گیا ضرور بتایئے فرمایا کہ لوگوں میں قطع تعلق کے وقت مصالحت کرانا۔

آٹھ قیمتی باتیں

بعض صحابہؓ سے منقول ہے کہ جو شخص آٹھ باتوں سے عاجز آجائے تو وہ دوسری آٹھ باتیں اختیار کرے، تاکہ ان کی فضیلت پالے، پہلی یہ کہ جو کوئی چاہتا ہے کہ سوئے ہوئے ہی نماز تہجد کا ثواب پالے وہ دن کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔ دوسری یہ کہ جو آدمی چاہتا ہے کہ روزہ رکھے بغیر نفل روزہ کا ثواب حاصل کرے وہ اپنی زبان کی حفاظت کرے۔ تیسری یہ کہ جو شخص چاہتا ہے کہ علماء کا درجہ حاصل کرے وہ تفکر اختیار کرے۔ چوتھی یہ کہ جو کوئی گھر بیٹھے ہی نمازیوں اور مجاہدوں کا ثواب چاہتا ہے وہ شیطان سے جہاد کرے۔ پانچویں جو ناداری کے باوجود صدقہ کا اجر لینا چاہتا ہے وہ اپنا سیکھا ہوا علم لوگوں کو سکھائے۔ چھٹی یہ کہ جو کوئی حج سے عاجز آنے کے باوجود اس کی فضیلت چاہتا ہے وہ جمعہ کی حاضری کا پابندی سے اہتمام والتزام رکھے۔ ساتویں یہ کہ جو عبادت گزاروں کا درجہ لینا چاہتا ہے وہ لوگوں کی باہم مصالحت کرائے اور ان میں عداوت اور بغض پیدا نہ کرے۔ آٹھویں یہ کہ جو ابدال کا درجہ چاہتا ہے وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھے اور اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند ہو۔

بلاحساب جنت میں داخل ہونے والے

حضرت علی بن حسینؒ کہتے ہیں کہ قیامت میں جب اولین وآخرین سب جمع ہوں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا کہ فضیلت والے لوگ کہاں ہیں تو لوگوں کی ایک جماعت اٹھے گی اور جنت کی طرف چل دے گی۔ فرشتے ان کے سامنے آکر پوچھیں گے کہاں جارہے ہو؟ جواب دیں گے جنت میں۔ فرشتے کہیں گے کیا حساب سے پہلے ہی، کہیں گے ہاں حساب سے پہلے ہی۔ فرشتے پوچھیں گے تم کون لوگ ہو؟ جواب دیں گے ہم اہل فضل ہیں۔ فرشتے کہیں گے دنیا میں تمہاری کیا فضیلت تھی؟ جواب دیں گے کہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا تو ہم برداشت کرلیتے، کوئی ستاتا تو ہم معاف کردیتے۔ فرشتے کہیں گے داخل ہوجاؤ جنت میں، جو عمل کرنے والوں کا بہترین ٹھکانا ہے۔ پھر ایک منادی آواز دے گا صبر والے کہاں ہیں تو ایک جماعت اٹھے گی اور جنت کا رخ کرے گی۔ فرشتے سوال کریں گے کہاں جارہے ہو جواب دیں گے جنت میں۔ فرشتے کہیں گے کیا حساب کے بغیر ہی؟ کہیں گے ہاں۔ فرشتے پوچھیں گے تم کون لوگ ہو؟ جواب دیں گے ہم صبر والے ہیں۔ وہ سوال کریں گے تم کیا صبر کیا کرتے تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہم نے اپنے نفسوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مجبور کیا اور اس کی نافرمانی سے روکے رکھا۔ تو فرشتے کہیں گے جاؤ، جنت میں چلے جاؤ کہ وہ عمل کرنے والوں کے لئے بہترین ٹھکانا ہے۔ پھر منادی آواز دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے پڑوسی کہاں ہیں؟ اس پر بھی لوگوں کی ایک جماعت اٹھے گی اور جنت کی طرف چلے گی تو فرشتے پوچھیں گے کہاں کا ارادہ ہے؟ جواب دیں گے جنت کا، فرشتے کہیں گے کیا حساب سے پہلے ہی یہ کہیں گے؟ ہاں م فرشتے پوچھیں گے تم کون لوگ ہو؟ یہ جواب دیں گے ہم زمین پر اللہ تعالیٰ کے ہمسایہ اور پڑوسی تھے۔ فرشتے کہیں گے تمہارا اللہ کے ساتھ پڑوس کیسا تھا؟ یہ کہیں گے کہ ہم محض اللہ کی رضا کیلئے ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے، اسی کے لئے خرچ کرتے تھے، اسی کے لئے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے۔ فرشتے کہیں گے جاؤ جنت میں داخل ہوجاؤ، جو عمل والوں کے لئے بہترین ٹھکانا ہے۔

آپس میں محبت کرانا اور لوگوں میں صلح کرانا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ میری رضا کے لئے باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ اپنے عزت و جلال کی قسم! میں آج انہیں اپنے سایہ میں جگہ دوں گا، جب کہ اور کوئی سایہ نہیں ہے۔ حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ ایک میل چل کر بھی کسی مریض کی بیمار پرسی کرا اور کسی مسلمان بھائی کی ملاقات کے لئے دو میل تک بھی سفر کرا اور دو آدمیوں میں صلح کرانے کے لئے تین میل تک کا بھی سفر اختیار کر۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص دو آدمیوں میں صلح کراتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ایک ایک کلمہ پر جو وہ بولتا ہے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر دیں گے۔

انبیاء علیہم السلام کی طرف سے چار چیزوں کا مطالبہ

حضرت ابوبکر وراق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، تاکہ مخلوق کو اس کی طرف بلائیں اور دعوت دیں اور ان پر چار چیزوں کا مطالبہ رکھیں دل، زبان، دیگر اعضاء اور خلق، پھر ان چار میں سے بھی ہر ایک سے دو باتوں کا مطالبہ کیا۔ دل سے احکام خداوندی کی تعظیم اور مخلوق پر شفقت کا مطالبہ۔ زبان سے ہمیشہ پابندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور لوگوں کے ساتھ خوش کلامی کا مطالبہ۔ دیگر اعضاء سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور مسلمانوں سے تعاون کا مطالبہ اور خلق سے اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی رہنے اور مخلوق کے ساتھ اچھے معاملے اور ان کی تکالیف کو برداشت کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

دین خیر خواہی اور اخلاص کا نام ہے

حضرت تمیم داریؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ دین خیر خواہی اور اخلاص ہی کا نام ہے۔ یہ بات تین بار ارشاد فرمائی عرض کیا گیا کہ یہ اخلاص کس کے لئے مراد ہے؟ ارشاد فرمایا اللہ کے لئے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کی کتاب کے ساتھ اور عام اہل ایمان اور حکام کے ساتھ۔ فقیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص کلمہ مطلب یہ ہے کہ اس پر ایمان لائے کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے۔ اس احکام پر عمل کرے، جہاں سے روکا ہے رک جائے اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دے اور ان کی رہنمائی کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اخلاص کا یہ مطلب ہے کہ ان کی سنت پر عمل پیرا ہو اور لوگوں کو بھی اس کی طرف بلائے کتاب کے ساتھ اخلاص یہ ہے کہ اس پر ایمان رکھتے ہوئے اس کی تلاوت کرے اور اس کے احکام پر خود بھی عمل کرے اور لوگوں کو بھی اس پر لگائے اور مسلم حکام کے لئے اخلاص یہ ہے کہ ان کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرے اور ان کے لئے عدل وانصاف اختیار کرنے کی دعائیں مانگے اور لوگوں کو بھی اس کی ہدایت کرے۔ عام اہل ایمان کے ساتھ اخلاص یہ ہے کہ ان کے لئے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند ہو، ان سے قطع تعلق نہ کرے، ان کے ساتھ صلح کا معاملہ رکھے اور اس کے لئے انہیں دعوت دے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مغفرت کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے مسلم بھائی کو خوش رکھے۔

اللہ تعالیٰ کا قرب اور ثواب کی فضیلت

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں کہ وہ شخص چھوٹا شمار نہیں ہوتا جو دو شخصوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے از خود کوئی اچھی بات کہہ دیتا ہے یا کسی کی طرف منسوب کردیتا ہے۔ نیز لوگوں میں مصالحت کرانا نبوت کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے اور ان میں لڑائی کرانا جادو کا ایک حصہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثواب میں افضل وہ شخص ہے جو دنیا میں لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے اور قیامت میں اللہ تعالیٰ کا قرب ان لوگوں کو نصیب ہوگا جو لوگوں میں مصالحت کرواتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

❖❖

خرم مراد

رمضان المبارک مستقبل کیلئے روشنی

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ عوام الناس کی اصلاح اور تزکیہ کے لئے جب ایک مہینے کے روزے ہر فرد پر فرض کرنا مطلوب ہوا، تو یہ بھی ضروری ہوا کہ اس مہینے کا تعین کردیا جائے۔ اگر ہر شخص کو اختیار دے دیا جاتا کہ وہ اپنی سہولت کے لحاظ سے کسی ایک مہینے کے روزے رکھ لے تو ”عذرات اور بہانہ جوئی کا دروازہ کھل جاتا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ بند ہوجاتا، اور اسلام کی یہ عظیم الشان عبادت گمنام ہوکر رہ جاتی۔“ پھر جب ایک مہینہ کا تعین ضروری ہوا تو اس مقصد کے لئے:

اس مہینہ سے زیادہ حق کس کا ہوسکتا تھا جس مہینے میں قرآن نازل ہوا، ملت مصطفوی کو استحکام و غلبہ حاصل ہوا، اور جس میں شب قدر پائے جانے کا امکان غالب ہے۔

رمضان المبارک میں قرآن مجید نازل ہوا، اور اسی لئے اس مہینے کو روزے رکھنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے، اس امر کو خود قرآن نے واضح طور پر بیان کردیا ہے۔ یہ رمضان کی ایک مبارک رات تھی، قوی امکان ہے کہ آخری عشرے کی کوئی طاق رات، اور طلوع سحر کا وقت، جب جبرائیل امین علیہ السلام ہدایت الٰہی کے نور کی پہلی کرن لے کر غار حرا میں داخل ہوئے اور نور قرآن سے قلب محمدی کو منور کردیا۔ اس طرح ملت مصطفویؐ کا بیج بودیا گیا، امت مسلمہ کی بنا رکھ دی گئی، حیات انسانی کی سحر کے طلوع کا سامان ہوگیا، اور افق عالم پر صبح نو کی پہلی روشنی نمودار ہوگئی۔ رمضان میں نزول قرآن کا یہ دن حیات ملی کا سب سے اہم اور مبارک دن ہے کہ اسی دن ملت کو وجود بخشا گیا، ملت کے جسد میں روح پھونکی گئی، اس کا مقصد حیات مقرر کردیا گیا، اور اس کے عروج و زوال کے سارے اسرار اس پر نازل کردیے گئے۔

مگر اس بات کا ادراک کم لوگوں کو ہے کہ روزوں کے اس مہینے ہی میں حیات ملی کے وہ دو اہم واقعات پیش آئے، وہ دو سنگ میل نصب کئے گئے، وہ دو باب لکھے گئے، جنہوں نے حرا کے پیغام کی حقیقت عیاں کردی، اس کی تشکیل اور صورت گری مکمل کردی، کلام الٰہی کے بیج منے کو ایک ایسا تن آور اور ثمر بار شجر بنادیا جس کی جڑیں آج تک نہیں ہلائی جاسکیں اور جس کی شاخیں صدیوں تک عالم انسانی کے اوپر سایہ کئے رہیں، اور آج بھی کئے ہوئے ہیں۔ ان دو تاریخی واقعات نے امت محمدیہ کو وسعت و استحکام عطا کیا، خوف کو امن سے، ضعف کو قوت سے، مغلوبیت کو تمکین سے بدل دیا، اور مستضعفین کو مشارق الارض ومغاربہا میں استخلاف و امامت کے منصب پر فائز کردیا۔ ایک اقعہ جنگ بدر کا، اور دوسرا فتح مکہ کا۔ اسی لئے شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا کہ رمضان روزوں کے لئے اس لئے ہی مخصوص کیا گیا کہ اس ماہ میں ”ملت مصطفوی کو استحکام وغلبہ حاصل ہوا۔“

یہ رمضان المبارک کی 17 تاریخ تھی جب ندائے حرا پر لبیک کہنے والے، حامل قرآن کا ہاتھ تھام لینے والے، اور اس جرم میں اپنے گھروں سے نکالے جانے والے بدر کے میدان میں جنگ میں قرآن اور حامل قرآنؐ کے مخالفین و معاندین کے مقابلے میں فتحیاب ہوئے۔ قرآن خود فرقان ہے، یوم بدر یوم الفرقان بن گیا۔ یہ

حقیقت بھی آشکار ہوئی کہ اقرأ اور قم فانذر کی راہ پر منزل تک پہنچنے کے لئے بدر کے معرکے سے گزرنا ناگزیر ہے، اور یہ بھی روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ فتح، زندگی اور غلبہ کا مقدر ہے، باطل کا انجام ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہیں۔

پھر یہ رمضان المبارک کی 20 تاریخ تھی جب حق کو فتح مبین نصیب ہوئی، اور مکہ جوام القریٰ ہے، اور ام القریٰ میں واقع اللہ کا وہ پہلا گھر جو سارے جہانوں کے لئے برکت وہدایت کا مخزن ومنبع ہے، بندگی رب واحد کا مرکز بن گیا۔ اللہ کے آخری رسولؐ اور ان کے جانثار ساتھی جہاں سے بے سروسامانی کے عالم میں، ظلم وایذا اور قتل کے منصوبوں کا شکار بنا کر نکالے گئے تھے، وہاں اس طرح داخل ہوئے کہ دشمن مغلوب تھے اور سارے خداوندان باطل سرنگوں۔

پھر جلد ہی ساری کی ساری بشارتیں پوری ہوئیں۔ ظلم وفساد کے آتشکدے بجھ گئے، اپنے جیسے انسانوں کی گردنوں پر خدا بن کر بیٹھنے والوں کے استکبار اور جاہ وحشم کے محلات زمین بوس ہوگئے، لا الہ الا اللہ کے ماننے والے عرب وعجم کے مالک بن گئے، یکہ وتنہا عورت زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کرتی اور کوئی اس پر ٹیڑھی نظر ڈالنے کی جرأت نہ کرتا، لوگ ہاتھ میں سونا لے کر نکلتے اور کوئی لینے والا نہ پاتے۔

آج، ہجرت کی پندرہویں صدی کے آغاز میں، امت جس نازک بحران سے گزر رہی ہے اس سے عہدہ برآمد ہونے کے لئے، اور مستقبل کے پردے میں فلاح وکامرانی کے جو تابناک امکانات اور بشارتیں پوشیدہ ہیں، ان کو زندہ حقیقت بنانے کے لئے، ہدایت ورہنمائی کا سارا سامان ان تین واقعات میں موجود ہے جو رمضان المبارک میں پیش آئے۔ آج کے لئے حکمت عملی، پالیسی، لائحہ عمل اور تدابیر وضع کرنا تو آج ہی کے لوگوں کا کام ہے، اور یہ سب آج کے زمانے کے مطابق ہی ہوں گے، لیکن دور آغاز کے یہ واقعات وہ منارۂ نور ہیں جن کی روشنی ہی میں یہ کام اور اس طرح ہوسکتا ہے کہ کامیابی سے ہمکنار کرے۔ اس امت کے ہر دور میں کامیابی وترقی کا راز اسی راستے میں پوشیدہ ہے جس سے دور اول میں کامیابی وترقی نصیب ہوئی۔ بڑی محرومی کی بات ہوگی اگر رمضان آئے اور گزر جائے، اور امت اپنے مستقبل کی صورت گری کیلئے وہ روشنی حاصل نہ کرسکے جو ان واقعات میں موجود ہے۔

قرآن مجید کا نزول

اقرأ (پڑھو اور سناؤ) کے پیغام سے قرآن مجید کا نزول شروع ہوا، کار رسالت کا آغاز ہوا، اور امت مسلمہ وجود میں ائی۔ قرآن ہی اس امت کی روح ہے جس کے ساتھ اس کی حیات وموت وابستہ ہے، قرآن ہی اس کا مقصد ومشن ہے، مقاصد ومساعی کا مرکز ومحور ہے، اور قرآن کے ساتھ اس کی روش ہی پر اس کے عروج یا زوال، عزت وذلت، اتحاد یا افتراق اور استحکام وریخت کا انحصار ہے۔

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

اسی لئے ہر سال ماہ رمضان میں پورے قرآن مجید کا سننا اور سنانا ضروری قرار پایا۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کسی کتاب کو وہ مقام حاصل نہیں ہے، یہاں تک کہ انہیں بھی نہیں جنہیں کتاب الٰہی ماننا جاتا ہے، جو مقام قرآن کو امت کی زندگی میں حاصل ہے۔ یہ وہ واحد کتاب ہے جو اپنے ماننے والوں کے دلوں میں بستی ہے، سینوں میں نقش ہے، زبانوں پر جاری رہتی ہے، رات دن اس کی تلاوت ہوتی ہے، ان گنت ختم ہوتے ہیں، رمضان میں ہر مسجد میں تلاوت وسماعت کا اہتمام ہوتا ہے، کروڑوں نسخے گردش میں ہیں، روزانہ ہزاروں مجالس درس ہوتی ہیں، تفاسیر کے انبار لگتے جارہے ہیں۔ لیکن اس حقیقت سے انکار بھی ممکن نہیں کہ اس سب کے باوجود نہ امت کی ذلت عزت سے بدلتی ہے، نہ مسکنت قوت سے، نہ خوف امن سے، نہ افتراق اتحاد سے۔ اور پڑھنے والوں کے نہ دل کانپتے ہیں۔ نہ آنکھیں نم ہوتی ہیں، نہ سوچ بدلتی ہے، نہ اخلاق بہتر ہوتے ہیں۔ کیا قرآن نے اپنی تاثیر کھودی؟ یا قرآن کے ماننے والوں ہی نے، ساری ظاہری وابستگی کے باوجود، قرآن کو کھودیا؟ کہیں وہ قرآن کے اس قول کے مصداق تو نہیں ہوگئے کہ "آخرکار تمہارے دل سخت ہوگئے، پتھر کی طرح سخت، بلکہ سختی میں ان سے بڑھے ہوئے۔ (ثم قست قلوبکم من بعد ذالک فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ؟۔ (البقرۃ:742) اس سوال کا جواب دیے بغیر مستقبل کی کلید امت کے ہاتھوں میں نہیں آسکتی۔

قرآن کی تاثیر ان ہی لوگوں کے لئے کارگر ہوسکتی ہے جو اس کو وہی مقام دیں جو اس کا حق ہے۔ تب ہی دعویٰ ایمان صحیح ہوسکتا ہے، تب ہی اس کے فیوض وبرکات حاصل ہوسکتے ہیں۔

"الذین آتیناھم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ۔ اولئک یومنون بہ۔ (البقرۃ:121)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب (کی نعمتیں) دی ہیں، یہ وہ ہیں، جو اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ اسے پڑھنے کا حق ہے۔ وہی اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں۔

تلاوت قرآن کا حق یہ ہے کہ اللہ کا کلام دلوں کے اندر بھی حکمراں ہو، بازاروں، چوراہوں اور ایوانوں میں بھی۔ پرائیویٹ زندگی کا بھی رہنما اور امام ہو، پبلک زندگی کا بھی۔ قرآن ہی آرزو اور جستجو، فکر وسعی، تعلیم وتربیت، اور ثقافتی و اجتماعیت کا مرکز ومحور ہو۔ ان پڑھ اور پڑھے لکھے امین کے درمیان قرآن کی تعلیم اتنی عام ہو کہ انہیں ہدایت الٰہی میں محض اپنے بے بنیاد خیالات اور آرزوؤں کا عکس نظر نہ آئے، اور علمائے سو اپنی من مانی تعبیر وتفسیر کو منشائے الٰہی کا مقام دینے میں کامیاب نہ ہوں۔

اتنا ہی بڑا حق تلاوت قرآن کا یہ بھی ہے کہ امت اس کو تمام انسانوں کو پڑھ کر سنائے (اقرأ) دنیا بھر کو اس کی تلاوت کرکے، اس کے پیغام سے آگاہ کرکے (اتل)، کافۃ الناس تک اس کو پہنچادے، اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔ (بلغ ما انزل)، کھڑی ہوجائے اور آگاہ کرے (قم فانذر)، اور اپنے قول وعلم سے اس کو جوں کا توں پہنچائے۔ ہدایت الٰہی کی امانت پانے کے معنیٰ اپنے رب سے اس مشن کا عہد ومیثاق ہے۔ اس عہد ومیثاق کو وفا کرنے کا انعام عزت وسربلندی ہے، نقض میثاق کا انجام لعنت، قساوت قلوب اور ذلت اور مسکنت۔

اسی لئے حرا سے جس زندگی کے سفر کا آغاز ہوتا ہے، اس کا اتمام "فتح مکہ" ہے، اور اس راہ میں "بدل" کا یوم الفرقان ناگزیر تھا اور ہر اس بارے میں آج کے مسلمانوں کو کوئی غلط فہمی ہو تو ہو، نہ اس دل میں کوئی شک وشبہ تھا جس پر جبرائیل امین علیہ السلام قرآن نازل کررہے تھے، نہ ان کو جو اس قرآن کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے یا اس کو محض سننے والے تھے، یا جنہوں نے اس کی پکار پر لبیک کہہ دیا تھا۔ حیات نبویؐ میں اس کے بے شمار شواہد موجود ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حرا سے اتر کر آئے تو آپؐ لرز رہے تھے اور آپؐ کی زبان پر لفظ خشیت علی نفسی (مجھے اپنی جان کا ڈر ہے) کے الفاظ تھے۔ بڑی کم فہمی ہوگی اگر سمجھا جائے کہ یہ "جان کا ڈر" ایک اجنبی مشاہدے کا نتیجہ تھا، یہ تو مستقبل کے مراحل ومنازل کا احساس تھا جس سے قلب وجسم مبارک کانپ رہے تھے۔ اس مستقبل کا احساس اور خبر آپ کی دعوت میں ہر وقت جلوہ گر رہی۔ آپ کلمہ کی دعوت دیتے تو یہ بشارت بھی موجود ہوتی کہ "یہ ایک کلمہ مجھ سے قبول کرلو، اس کے ذریعے تم سارے عرب کے مالک بن جاؤ گے اور سارا عجم تمہارے پیچھے چلے گا"۔ ایک ایک سردار قبیلہ کے پاس جاتے اور فرماتے کہ مجھ پر ایمان لاؤ، مجھے اپنے ساتھ لے چلو، میرے کام میں میرے ساتھ کھڑے ہوجاؤ، یہاں تک کہ میں اس حق کو عیاں کردوں جو اللہ نے مجھے دیا ہے۔ جب ساتھی مٹھی بھر تھے، اور دہکتے انگاروں پر لٹائے جارہے تھے، تب بھی آپؐ خانہ کعبہ کی دیوار کے سائے

میں یہی فرمارہے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ ضرور میرے اس کام کو مرحلہ تکمیل تک پہنچائے گا، یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔'' عقبہ کی نگاہ نے بھی اس منزل کو دیکھ لیا تھا جو حرا کے پیغام میں مضمر تھی۔ اس نے مخالف سرداروں سے کہا کہ محمد کو ان کے حال پر چھوڑ دو، اگر اسے غلبہ حاصل ہوگیا تو ''اس کا اقتدار تمہارا اقتدار ہوگا، اور اس کی طاقت وغلبہ تمہاری طاقت و غلبہ۔'' بنو عامر کے سردار بحیرہ بن فراس کی فراست نے بھی مستقبل میں پوشیدہ اس ''حکومت واقتدار'' میں اپنا حصہ مانگ لیا تھا، جو دعوت قرآنی میں مضمر تھی۔ سفر ہجرت کی بے سروسامانی کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعاقب کرنے والے سراقہ کو کسریٰ کے کنگن عطا فرمادیے تھے۔ عقبہ کے مقام پر بیعت کرتے ہوئے انصار بھی ان منازل سے پوری طرح آگاہ تھے۔ یہ ''سرخ وسیاہ جنگ کا پیمان تھا۔'' اس میں ''اشراف کی ہلاکت اور اموال کی تباہی'' کے امکانات مضمر تھے۔

بدر کا مرحلہ

رمضان میں حرا سے جو کارواں چلا، اس نے رمضان ہی میں بدر کی منزل سر کی۔ بدر کے میدان میں ہماری امت کے اولین نے اپنی جاں نثاری سے اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مدد اور فتح کی سرفرازی سے اس عہد ومیثاق پر آخری مہر ثبت کردی جس کی تکمیل کے لئے یہ امت وجود میں لائی گئی، جب رسول امتؐ نے بڑے پرسوز، بڑے قطعی، اور بڑے ناز و نیاز سے لبریز الفاظ میں یوں فرمایا:

''خداوندا! اگر یہ چند جانیں آج ختم ہوگئیں تو پھر قیامت تک تیری عبادت نہ ہوگی۔''

بدر کے میدان میں چند جانوں ہی کو فتح اور زندگی نہیں بخشی گئی، بلکہ ایک عقیدہ اور تہذیب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندگی بخشی گئی۔ اور رہتی دنیا تک امت کی زندگی اور غلبے کو اس امر کے ساتھ مشروط کردیا گیا کہ اس کے دم سے روئے زمین پر اللہ کی عبادت ہوتی رہے گی، اور نبوت محمدیؐ کی اس خصوصیت کا اظہار ہوتا رہے گا کہ ''میرے لئے پوری زمین مسجد بنادی گئی ہے۔'' بدر سے مقصود یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ''حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے، تاکہ حق حق ہوکر رہے اور باطل باطل ہوکر رہ جائے۔'' اور ''جسے ہلاک ہونا ہو، وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو، اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ زندہ رہے۔'' (سورۃ الانفال)

بدر کے یوم الفرقان سے کئی اہم حقیقتیں آشکار ہوگئیں، جن کو اپنے سامنے رکھنا آج امت کے لئے ناگزیر ہے۔

یہ حقیقت کہ عقیدوں، تہذیبوں اور قوموں کے درمیان معرکوں میں فتح و شکست کا انحصار تعداد اور مادی وسائل پر نہیں، بلکہ اپنے مقاصد سے وابستگی، وفاداری، جاں نثاری، قربانی اور استقامت پر ہے۔ امت کا مقصود ہدف اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی لئے قرآن کی زبان میں، ایمان، تقویٰ اور صبر ہی وہ کنجیاں ہیں جن سے فتح و نصرت کے دروازے کھلتے ہیں، دشمنوں کے مکر وقوت کے تار وپود بکھر جاتے ہیں، فرشتے ہزاروں کی تعداد میں پشت پناہی کرتے ہیں، ایک، سو کے مقابلے میں اور دس، ہزار کے مقابلے میں بھاری ہوجاتے ہیں، قلت سامان وتعداد کے باوجود غلبہ نصیب ہوتا ہے، اور آسمان وزمین سے برکتوں کے دہانے کھل جاتے ہیں۔ اس لئے سب سے بڑھ کر فکر ایمان، تقویٰ اور صبر اختیار کرنا چاہئے۔

یہ حقیقت کہ، اخلاقی قوت کے ساتھ ساتھ، حسب استطاعت ہر قسم کی مادی قوت کا حصول اور دشمن کے مقابلے میں ہر قسم کے ساز وسامان کی فراہمی بھی ضروری ہے، اور دل کھول کر خرچ کرنا بھی۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ ''جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لئے مہیا رکھو..... اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدل تمہاری طرف پلٹایا جائے گا۔''

یہ حقیقت کہ دشمن کے خلاف معرکے

میں ثبات اور ذکر الٰہی جتنا ضروری ہے اتنا ہی ضروری یہ ہے کہ افتراق وانتشار اور جھگڑوں سے پاک رہا جائے اور اتحاد و اتفاق ہر قیمت پر برقرار رکھا جائے، ورنہ ایسی کمزوری پیدا ہوگی جس کا مداوا کسی صورت نہ ہوگا، اور ایسی ہوا اکھڑے گی کہ پھر نہ بندھ سکے گی۔

یہ حقیقت کہ ایمان، ہجرت اور جہاد و نصرت ہی امت میں دوستی، تعاون، حمایت اور ولایت کے تعلقات کی بنیاد اور جواز ہیں۔ اگر کفار ولایت کے رشتوں میں منسلک ہوں، اور مسلمان نہ ہوں، تو زمین میں فتنہ اور فساد کبیر پھیل جائے گا، اور اس زہریلے جنگل کا سب سے زیادہ زہریلا اور خاردار حصہ اسی امت کے حصہ میں آئے گا جس کو جہاد کرنے کا حکم دیا گیا تھا یہاں تک کہ فتنہ بالکل ختم ہوجائے۔

یہ حقیقت کہ جو ایمان، ہجرت اور جہاد ونصرت کی زندگی اختیار کریں گے ''وہی سچے مومن ہیں''۔ ایمان وجہاد کی دعوت ہی میں ملت کی زندگی مضمر ہے۔ اللہ اور رسولؐ جس چیز کی طرف بلاتے ہیں اسی میں عزت، قوت اور غلبے کی زندگی کا راز ہے۔

آج امت اپنی تاریخ کے جس نازک دور سے گزر رہی ہے، اس میں کامیابی کی کوئی راہ ان حقیقتوں سے گریز کرکے نہیں کھل سکتی۔ عام مسلمان ہوں، اسلام کے علمبردار ہوں، مختلف شعبہ ہائے زندگی کے لیڈر ہوں، حکمراں ہوں، سب کو رمضان کے اس مبارک مہینے میں اپنے اندر اور مسلمان ملت میں، ان حقائق کی روح پھونکنے کا عزم کرلینا چاہئے۔ یہی راہ ''فتح مکہ'' کی منزل تک لے جاسکتی ہے۔

فتح مکہ کی منزل

''فتح مکہ'' کی منزل تک پہنچنے کے لئے کچھ مزید زادِ راہ بھی ناگزیر ہے، جس سے آج بدقسمتی سے امت تہی دامن ہے۔ خاص طور پر، ایک محکم اور حکیمانہ حکمت عملی، دوسرے رحمت وشفقت اور عفو ودرگزر، اپنوں سے بھی پیار، دشمنوں سے بھی پیار، کہ محبت ہی فاتح عالم ہے۔

محکم اور حکیمانہ حکمت عملی کے معنی یہ ہیں کہ جہاں جھکنا سودمند ہو، وہاں جھک جائیں، جہاں آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنا ضروری ہو، وہاں جم جائیں، جہاں محاذ آرائی سے راستہ بنتا ہو، وہاں مردوں کی طرح لڑ جائیں۔ کبھی اپنے عزائم خفیہ رکھیں، کبھی ان کا اعلان کریں۔ کبھی خندق کھودیں، کبھی حملہ آور ہوجائیں، کبھی صلح کرلیں، کبھی معاہدے منہ پر ماردیں۔

عفو ورحم کس طرح فتح مبین میں بدل جاتی ہے، اس کی بہترین جھلک فتح مکہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ حضورؐ نے فتح کے دن کو بردوفا کا دن بنادیا۔ فاتحانہ پالیسی عفو و رحمت سے ترتیب دی۔ ابوسفیان، اس کی بیوی ہندہ، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل وحشی، ابوجہل کے بیٹے عکرمہ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جو مرتد ہوگئے تھے، ہبار بن الاسود جس نے بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حمل ساقط کردیا تھا..... اور ان جیسے دیگر بے شمار دشمنوں کو رحمۃ اللعالمینؐ کے عفو ورحمت کے سایئے نے ڈھانپ لیا۔ اسی عفو ورحمت نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک فاش غلطی کو بھی سمیٹ لیا، جب انہوں نے حضورؐ کے فتح مکہ کے منصوبوں سے اپنے اعزہ واقربا کو ایک خط کے ذریعے مطلع کرنا چاہا۔ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک، یہی رحمت وشفقت اور عفو ومحبت تھی کہ جس نے مکہ بھی مسخر کرلیا، اہل مکہ کو بھی۔ دشمن کی اپنی صفیں منتشر ہوگئیں، ان کی فصیلوں میں شگاف پڑ گئے، کشت وخون کے بغیر عرب کے مرکز پر اسلام غالب آگیا۔ یہی دشمن جگری دوست بن گئے، انہوں نے ہی 30 سال کے عرصہ میں گردوپیش کی ساری متمدن دنیا کو، اٹلانٹک کے ساحل تک، الٰہ واحد اور اس کے پیغمبرؐ کے نام اور پیغام سے معمور کردیا۔

ہے کیا آج ہمارے معرکہ آراؤں میں یہ حکمت عملی، اور یہ عفو ورحمت؟

●●

مولانا سید احمد ومیض ندوی

دیندار بنئے، صحت پایئے!

انسان کا خالق اللہ رب العزت ہے۔ جسم انسانی کے لئے کیا مفید ہے اور مضر اس کا بنانے والا ہی بہتر طور پر بتا سکتا ہے۔ دین اسلام اس پروردگار کا عطا کیا ہوا دستور حیات ہے جو انسان کی فطرت، اس کے مزاج اور اس کی جسمانی ساخت سے پورے طور پر واقف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق اسلامی ہدایات صحت انسانی کے ضامن ہیں۔ اسلام اور شریعت اسلامی کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جس میں صحت جسمانی کے لئے افادیت کا پہلو نہ پایا جاتا ہو۔ امراض چاہے جس قسم کے بھی ہوں ان کے حد درجہ پھیلاؤ کا ایک اہم سبب اسلامی تعلیمات سے دوری ہے۔ موجودہ دور میڈیکل سائنس کی ہزار ترقیوں کے باوجود کثرت امراض کا دور کہلاتا ہے۔ ہر دن نت نئے مرض کا انکشاف ہو رہا ہے۔ ہسپتالوں میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے لیکن اس کے باوجود مریضوں کی کثرت کے سبب وہ تنگ دامنی کا شکوہ کر رہے ہیں۔ امراض کی بہتات اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے۔ انسانیت اسلام کے نظام عفت سے دور ہوگئی تو ایڈز جیسی خطرناک بیماری نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا، جس سے ہر سال دنیا بھر میں لاکھوں افراد لقمۂ اجل ہو رہے ہیں۔ لوگوں نے کھانے پینے کے اسلامی آداب کو نظر انداز کر دیا تو ہارٹ اٹیک، شوگر، بی پی اور قبض و بدہضمی جیسی متعدد بیماریاں عام ہوگئیں۔ لوگ روحانیت اور بندگی رب کے راستہ کو چھوڑ کر مادیت اور خود غرضی اور حرص و لالچ میں پڑ گئے تو نت نئی قسم کی نفسیاتی بیماریاں پنپنے لگیں۔ موجودہ دور کی بیماریوں کا تجزیہ کیا جائے تو صاف واضح ہوگا کہ یہ سب ہماری اپنی پیدا کردہ ہیں اور خدائی طرز حیات سے دوری ان کی بنیادی وجہ ہے۔

اسلامی تعلیمات پر عمل آوری سے بیشتر بیماریوں سے تحفظ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً اسلامی عبادات ہی کو لیجئے۔ نماز، روزہ ایسی عبادات ہیں جن میں صحت انسانی کے ان گنت افادی پہلو مضمر ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ کا مشہور قول ہے۔

"العبادات معللة بمصالح الخلق"

عبادات مصالح خلق سے وابستہ ہیں۔ یعنی اسلامی تعلیم عبادات تمام آداب و مستحبات کی رعایت کے ساتھ ادا کی جائیں تو اس سے انسان ایک صحت مند اور متوازن زندگی سے بہرہ ور ہوگا۔ اس سے انسان کو روحانی، فکری اور نفسیاتی صحت کے ساتھ جسمانی صحت بھی حاصل ہوگی۔ اس کے برخلاف انسان اگر خالق کی عبادت کو چھوڑ کر بے راہ روی اور معصیت والی زندگی اختیار کرے گا تو وہ جسم و ذہن، روح و فکر دونوں حیثیتوں سے ایک غیر متوازن زندگی سے دوچار ہوجائے گا۔ اس کا داخلی توازن بھی خلل کا شکار ہوگا اور نفسیاتی بے اعتدالی اسے بے چینی اور تناؤ میں مبتلا کردے گی جس کے سبب بہت سے دیگر امراض پیدا ہوسکتے ہیں۔ نفسیاتی امراض بے شمار اعصابی امراض کو جنم دیتے ہیں۔ ان سے قلب اور اس کا نظام بے حد متاثر ہوتا ہے۔ نفسیاتی امراض کا بنیادی سبب دین و بندگی سے دوری ہے۔ بندگی رب سے وابستگی اور اللہ سے تعلق کی درستگی آدمی کے ذہن و دماغ سے دباؤ کو ختم کردیتی ہے۔ جو بندہ جس قدر خدا پرست اور رب سے سچے تعلق کا حامل ہوتا ہے، اس کی زندگی اسی قدر چین و

سکون اور طمانیت قلبی سے بہرہ ور ہوتی ہے۔ جو اسے نفسیاتی طور پر متوازن بنا دیتی ہے اور قلب کی طمانیت دیگر اعضائے جسم پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس طرح نفسیاتی صحت کے سبب اعضائے بدن بھی صحت مند رہتے ہیں۔ اس لئے حضورؐ کا ارشاد ہے۔ "استقیموا ولن تحصوا" دین پر ثابت قدم رہو، اس سے اس قدر فوائد حاصل ہوں گے تم ان کا شمار بھی نہ کرسکو گے۔

اسلامی عبادات سارے کے سارے صحت جسمانی اور نفسیاتی سکون کے ضامن ہیں۔ نماز سے جہاں بندہ کو خدا کا تقرب حاصل ہوتا ہے وہیں نماز میں ہونے والی مخصوص حرکات اور ذہنی یکسوئی جسم انسانی کے لئے انتہائی مفید ہے۔ سائنس دانوں نے قیام، رکوع، سجود اور دیگر حرکات نماز کی افادیت کا برملا اعتراف کیا ہے۔ مصر کے ایک قلمکار علی فواد علی نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں ایک عرب خاتون کا واقعہ نقل کیا ہے۔ اسے مستقل شدید دردسر کی شکایت تھی، اس نے علاج کی خاطر ایک مغربی ملک کا سفر کیا جہاں ایک غیر مسلم ڈاکٹر سے علاج کے سلسلہ میں رجوع کیا۔ ڈاکٹر نے خاتون سے دریافت کیا کہ تمہارا کس ملک سے تعلق ہے۔ خاتون نے کہا کہ میں شام (سیریا) سے تعلق رکھتی ہوں۔ ڈاکٹر کو جب خاتون کے مسلمان ہونے کا علم ہوا تو اس نے پوچھا کہ آپ نماز نہیں۔ پڑھتیں خاتون نے نفی میں جواب دیا۔ ڈاکٹر نے علاج کئے بغیر اس سے کہا کہ جایئے آپ نماز پڑھتی رہیں، آپ کی ساری تکلیف کافور ہوجائے گی۔ خاتون کو حیرت ہوئی۔ تو ڈاکٹر نے اس کے سامنے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ سردرد کا ایک اہم سبب دماغ کی شریانوں تک خون کی رسائی کا صحیح نہ ہونا ہے اور نماز میں ادا کئے جانے والے سجدوں سے دماغ کی شریانیں کھلتی ہیں جس سے دماغ تک خون کی رسائی درست ہوجاتی ہے۔ سجدوں کی کثرت سے سر کی جانب خون کی روانی تیز ہوجاتی ہے۔ مغربی ممالک کے چوٹی کے ڈاکٹرس مختلف امراض کے علاج کے لئے نماز کا مشورہ دینے لگے ہیں۔ ایک سالانہ اجتماع میں شریک 250 ڈاکٹروں میں سے 99 فیصد ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ ہم نے اپنے مریضوں کو نماز کا مشورہ دیا اور اس کے مثبت نتائج سامنے آئے۔ ایک کانفرنس میں طب و صحت کے میدان میں کام کرنے والے ایک ہزار سے زائد اسکالروں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ نماز اور امراض سے بچاؤ کے درمیان گہرا رشتہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب بندہ اپنے خالق سے رشتہ ہموار کرلیتا ہے تو جسم میں امراض کی مدافعانہ قوت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ میڈیکل سائنس کے ماہرین کا کہنا ہے کہ نماز کی عادات قلب و معدہ کی تکالیف سے نجات کی ضامن ہے۔ نیز اس سے آنتوں کے امراض سے بھی تحفظ حاصل ہوتا ہے اور دیگر بہت سے امراض کا علاج ہے۔ نماز میں روحانی فوائد ہیں، اس سے اطمینان قلب اور نفسیاتی سکون حاصل ہوتا ہے۔ نماز اگر آداب و مستحبات کی رعایت کے ساتھ صحیح ڈھنگ سے ادا کی جائے تو اس سے بے شمار بیماریوں سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے۔ کولیسٹرول کی زیادتی شریانوں میں تنگی پیدا کردیتی ہے، جس کے سبب صحت کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ نماز کی حرکات شریانوں میں خون کے دوران کو درست کردیتی ہیں۔ پنج وقتہ نمازیں فرض فرما کر اللہ نے بندوں پر احسان عظیم فرمایا۔ نماز تطہیر نفس حفظان صحت اور سلامتی قلب میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ رمضان المبارک کی تراویح اور قیام لیل مزید معاون بنتا ہے۔ رمضان میں افطار اور کھانے میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے، اس کے لئے زیادہ رکعتوں کا اہتمام مؤثر ثابت ہوتا ہے۔

اسلام میں نماز تہجد کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ خدائے تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو تاکید کرتے ہوئے فرمایا: "قم اللیل الا قلیلا نصفه او انقص منه قلیلا او زد علیه و رتل القرآن ترتیلا" تمام انبیاء کرام، صلحاء امت اور اہل اللہ نماز تہجد کا اہتمام کرتے تھے۔ تہجد کی نماز طب و صحت کے نقطۂ نظر سے انتہائی مفید اور بے حد مؤثر

ہے۔ رات کے آخری پہر میں نیند سے بیدار ہوکر نماز کا اہتمام کرنے سے قلب و جسم دونوں چاق و چوبند ہوجاتے ہیں۔ قرآن میں بھی اس طرف اشارہ دیا گیا ہے۔ارشاد ہے:ان ناشئة اللیل ھی اشد و طا و اقوم قیلا۔ (المزمل۔6) حدیث میں ارشاد ہے: قیام لیل کو لازم پکڑو یہ تم سے پہلے صلحاء کا شیوہ ہے اور گناہوں سے روکنے والا ہے۔تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے۔اس سے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔قیام لیل جسم سے بیماریوں کو دفع کرتا ہے۔میڈیکل سائنس سے ثابت ہے کہ تہجد کی نماز صحت جسمانی کے لئے انتہائی مؤثر ہے۔اس لئے کہ دیر تک سوتے رہنے سے قلب کی حرکتوں میں کمی آتی ہے۔جس کے سبب دوران خون کمزور ہوجاتا ہے۔ جب آدمی رات کے ایک حصہ کے بعد نیند ختم کرکے بیدار ہوتا ہے تو اس سے امراض قلب سے تحفظ حاصل ہوتا ہے اور قلب کی شریانیں مضبوط ہوتی ہیں۔ امراض قلب کے ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ روزانہ فجر کی نماز پابندی سے ادا کرنا امراض قلب سے حفاظت کا بہترین نسخہ ہے۔عموماً دیر تک سوتے رہنا، شریانوں کے بند ہونے کا سبب بنتا ہے۔فجر اور تہجد کے لئے بیداری اس کے لئے بے حد مفید ہے۔ریسرچ سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ طویل نیند قلب کی نبضوں میں کمی لاتی ہے۔حتیٰ کہ فی منٹ قلب صرف 50 دفعہ حرکت کرنے لگتا ہے۔جب حرکات قلب میں کمی ہوجائے تو اس سے شریانوں میں خون کی رفتار کم ہوجاتی ہے جو قلب کے لئے نقصان دہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹرس طویل وقفہ تک سوتے رہنے سے روکتے ہیں۔ بعض ڈاکٹرس کا کہنا ہے کہ حرکت کرنا چاہئے اور قیام لیل سے یہ مقصد حاصل ہوتا ہے۔قیام لیل اور تہجد کے اہتمام سے کارٹیزون ہارمون کو کم کرنے میں مدد ملتی ہے اور چند گھنٹے پہلے بیداری سے شوگر کی سطح میں برابری آتی ہے اس طرح فشار دم بھی کنٹرول میں آتا ہے جس میں اچانک اضافہ سے آدمی کے کوما میں جانے یا حرکت قلب بند ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ قیام لیل سے ریڑھ کی ہڈی میں بہتری آتی ہے اور جسم کے جوڑ مضبوط ہوتے ہیں۔اس طرح قیام لیل کولیسٹرول میں کمی کا باعث ہوتا ہے۔نیز قیام لیل سے حالت نیند میں اچانک موت واقع ہونے کے امکانات کم ہوجاتے ہیں۔قیام لیل سے حافظہ مضبوط ہوتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کا ایک بڑا حصہ کھانے پینے اور معاشرتی زندگی سے متعلق ہے۔کھانے پینے کے اسلامی آداب صحت انسانی کے لئے انتہائی مفید ہیں۔اس وقت انسانوں کو لاحق بیشتر امراض کا بنیادی سبب کھانے پینے کا غیر متوازن نظام ہے۔ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (WHO) کے مطابق صرف ہندوستان میں 40.9 ملین افراد ذیابیطس کے مرض کا شکار ہیں۔ملک کا ہر چھٹا آدمی شوگر کا مریض ہے۔ڈاکٹر ندھی ووہرا جو شوگر اور موٹاپا پر ریسرچ کے لئے بنائی گئی ٹیم کے رکن ہیں کا کہنا ہے کہ ہندوستان شوگر کے معاملہ میں ساری دنیا میں پہلے نمبر پر ہے۔انہوں نے اس مرض کے تیزی سے پھیلنے کے اسباب بتاتے ہوئے کہا کہ ”وزن کا بڑھنا اس کا اہم سبب ہے۔موٹاپا سے ذیابیطس اور کولیسٹرال کی مقدار بڑھ جاتی ہے اور موٹاپا کی وجہ خوراک کی زیادہ مقدار ہے۔“ خوراک کے تعلق سے اسلامی ہدایات انتہائی صحت افزاء ہیں۔ بلڈ پریشر سے تحفظ کے لئے موجودہ میڈیکل جن باتوں کی تلقین کرتی ہے وہ درج ذیل ہیں۔ 1-کھانے میں باقاعدگی لانا۔یعنی خوراک کی کمی تاکہ وزن کم ہو جس سے فشار دم میں کمی آتی ہے۔ 2-ورزش جسمانی جس سے فشار دم میں کمی کے ساتھ اعصابی تناؤ کم ہوتا ہے۔ 3-سگریٹ نوشی سے اجتناب۔ سگریٹ نوشی بھی بی پی کو بڑھاتی ہے۔ 4- اکتاہٹ اور اعصابی تناؤ بھی خون کے دباؤ میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔عام طور پر بی پی سے تحفظ کے لئے ان باتوں کی تاکید کی جاتی ہے۔قرآن و حدیث میں کھانے سے متعلق دی گئی معلومات پر غور کیجئے۔حضرت مقدام بن

معدیکرب کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ سب سے بدترین برتن جسے ابن آدم بھرتا ہے اس کا پیٹ ہے، ابن آدم کے لئے چند لقمے کافی ہیں جن سے اس کی پیٹھ سیدھی رہے۔اگر زیادہ ہی کھانا ہے تو پیٹ کو تین حصوں میں تقسیم کریں۔ایک تہائی کھانے کے لئے، ایک تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے (ترمذی حدیث نمبر 2302) نیز ایک حدیث میں ارشاد ہے۔”البطنة اصل الداء و الحمیة اصل الشفاء“ بسیار خوری بیماری کی جڑ ہے اور احتیاط و پرہیز اصل علاج ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی بھی تاکید فرمائی کہ آدمی کھانا اسی وقت کھائے جب شدید بھوک کا احساس ہو اور کھانے سے اس وقت ہاتھ اٹھالے جب کچھ تقاضا باقی ہو۔کھانے سے متعلق نبی کریمؐ کا ایک معمول یہ تھا کہ آپ بکثرت روزوں کا اہتمام فرماتے تھے۔اس سے جسم میں کولیسٹرول کی مقدار معتدل ہوجاتی ہے۔قرآن مجید میں کھانے کے تعلق سے ساری باتوں کو صرف دو الفاظ میں بیان کردیا گیا۔”کلوا و اشربوا و لا تسرفوا“ (اعراف: 31) کھاؤ، پیو اور اسراف نہ کرو۔کھانے پینے میں احتیاط و اعتدال کا حکم صحت جسمانی کے سارے پہلوؤں کو شامل ہے۔کتابوں میں ہارون رشید کے دور کا ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ ہارون رشید کا نصرانی طبیب یحتیوع نے علی بن حصین بن واقد سے کہا کہ تمہارے قرآن میں کوئی چیز طب سے نہیں ہے، انہوں نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ نے تمام طب کو قرآن حکیم کی اس آیت میں جمع فرمادیا ہے۔”کلوا و اشربوا و لا تسرفوا“ اس نے پھر کہا کہ تمہارے نبی کی تعلیم میں طب کا ذکر نہیں۔علی بن حصین نے جواباً فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:المعدة بیت کل داء و الحمیة راس کل دواء“ ۔میں طب کو بیان کیا گیا ہے تو یحتیوع نے کہا پھر تو تمہارے نبیؐ نے جالینوس کے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ (انتہاب المنن فی شرح السنن 253/2) واضح رہے کہ آخر الذکر جملہ حدیث نہیں حارث بن کلدہ کا قول ہے۔

امراض سے تحفظ کے لئے دوسری چیز جسمانی حرکت اور ورزش کا اہتمام ہے۔ اسلام میں پنج وقتہ نمازوں اور اہتمام اور مسجد میں حاضری کی تاکید ہے۔نماز کس طرح صحت جسمانی پر اثر انداز ہوتی ہے اس کی کچھ وضاحت پچھلی سطروں میں کی گئی ہے۔امراض سے تحفظ کے لئے اعصابی تناؤ سے دوری بھی ضروری ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اس سے تحفظ کے گر بتادیئے گئے ہیں۔ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیحت کی درخواست کی۔ آپؐ نے فرمایا ”لا تغضب“ غصہ نہ کرو۔ (بخاری۔5651) غصہ اعصابی تناؤ کا سب سے زیادہ محرک ہے۔احادیث میں غصہ کا علاج بتایا گیا کہ آدمی کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ (ابوداؤد۔4151) بعض احادیث میں حالت غصہ میں وضو کی تلقین کی گئی۔اعصابی تناؤ کے دفعیہ کے لئے اسلام میں تین قسم کی ہدایات دی گئیں۔ 1-غصہ کو پی جائے اور غصہ آنے کی صورت میں برافروختہ نہ ہو۔ 2-بدسلوکی کرنے والوں کے ساتھ عفو و درگزر کیا جائے۔ عام طور پر غصہ دوسروں سے پیش آنے والی زیادتیوں پر آتا ہے۔ جس سے انتقام کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ قرآن میں ان متقیوں کے لئے جنت کی ضمانت دی گئی جو غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔ 3-بدسلوکی کرنے والوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ اس سے انتقام کے بجائے محبت پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں اعصابی تناؤ دور ہوتا ہے۔

موجودہ دور میں کثرت امراض کا ایک سبب سگریٹ نوشی ہے۔ علماء نے سگریٹ نوشی سے منع فرمایا ہے۔نشہ اور سگریٹ نوشی دونوں صحت انسانی کے لئے نقصان دہ ہے۔شراب اور ہر قسم کی منشیات کو قرآن و حدیث میں سختی سے منع کیا گیا ہے۔شراب کو ام الخبائث قرار دیا گیا۔

(بقیہ.....صفحہ.....۳۵.....پر)

محترم محمد الیاس ندوی بھٹکلی

سموسے کا لفافہ ہدایت کا سبب بنا

پوری اسلامی تاریخ میں گزشتہ دس سالوں میں جتنے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے اس کی نظیر ماضی میں نہیں ملتی، خود 11 ستمبر کے حادثہ کے بعد سے اب تک یورپ وامریکہ میں جتنے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے سرفراز فرمایا اتنا پچھلے 25 سالوں میں نہیں فرمایا، یہی حال ایشیاء و افریقی ممالک کا بھی ہے، اسلام میں داخل ہونے والے ان خوش نصیب بندگان خدا سے جب ان کی ہدایت کے محرکات واسباب دریافت کئے جاتے ہیں تو بعض اوقات اس کو سن کر نہ صرف حیرت ہوتی ہے بلکہ اس کے پس پردہ اصل طاقت یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی صفت رحمانیت کو دیکھ کر اس یقین میں اضافہ ہوجاتا ہے کہ کس طرح غفور ورؤوف ذات عالی اپنے بندوں کو ہمیشہ کی آگ سے بچانے کے لئے بہانہ کی تلاش میں رہتی ہے اور چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بہانہ بنا کر رحمت حق جوش میں آکر زندگی بھر کے باغی وسرکش بندوں کے لئے بھی ہمیشہ کے لئے نجات کا فیصلہ کرتی ہے، اس مضمون کا عنوان ہم نے مشہور اسلامی شاعر جناب کلیم عاجز صاحب کے مشہور شعر:

وہ جو شاعری کا سبب ہوا
وہ معاملہ بھی عجب ہوا

سے ہلکی سی ترمیم کے ساتھ مستعار لیا ہے۔

ملک کی مشرقی ریاست آسام کی راجدھانی میں واقع گوہاٹی یونیورسٹی کے شعبہ انگریزی کے پروفیسر ڈاکٹر تاراچن رستوگی نے ایک دن بس برسفر کے دوران چائے کے لئے بس کے رکنے پر اس سے اتر کر ایک چھوٹے سے ہوٹل سے سموسے خریدے، چونکہ پروفیسر صاحب نہایت تعلیم یافتہ تھے اس لئے سموسے کھانے کے بعد سموسے جس لفافے میں لپٹے ہوئے تھے اس کو باہر پھینکنے سے پہلے اس پر موجود تحریر کو غور سے دیکھا تو وہ کسی ادارہ کی طرف سے اس کے ممبران کو لازمی طور پر بھرنے کے لئے دیا جانے والا فارم تھا، جس میں لکھا ہوا تھا کہ میں اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ اس دنیا میں بسنے والے تمام انسانوں کا احترام کروں گا، ان کے ساتھ بھائی چارگی اور اخوت وہمدردی کا معاملہ کروں گا، وغیرہ وغیرہ۔ دراصل یہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوۃ رحمۃ اللہ علیہ کی 1974ء میں شروع کی جانے والی تحریر پیام انسانیت کی ممبر شپ کا وہ فارم تھا جو بطور حلف نامہ حلقہ پیام انسانیت کے نئے رکن کو بھرتی کر کے اس کے دفتر میں جمع کرنا ہوتا تھا، حلف نامہ کا یہ فارم اتفاق سے ردی میں فروخت ہوکر آج اس ہوٹل کے ذریعہ سموسے کے لفافہ کی شکل میں پروفیسر صاحب کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے پہنچادیا تھا، اس فارم کے مندرجات سے متاثر ہوکر گھر جاکر اس کے نیچے درج صدر دفتر کے پتہ پر پروفیسر صاحب نے خط لکھا کہ میں اس تحریک وتنظیم کے متعلق تفصیل سے جاننا چاہتا ہوں، برائے کرم اس کی تفصیلات روانہ کیجئے، حضرت مولانا نے خط کے موصول ہوتے ہی تحریک پیام انسانیت کی تفصیلات کے ساتھ ان کو اس موضوع پر اپنی ہندی تقاریر کا ایک مجموعہ بھی روانہ کردیا جس کو پڑھ کر پروفیسر صاحب پر غیر معمولی تاثر قائم ہوا اور مولانا کو اطلاع دیے بغیر وہ ایک دن ندوۃ العلماء لکھنؤ آگئے، تاکہ اپنی آنکھوں سے ان تقریروں اور اس کے مقرر کی زندگی کی مطابقت کا مشاہدہ کرسکیں، کئی دن وہ ندوہ میں اجنبی مہمان بن کر رہے اور حضرت مولانا نے بھی ان کے ساتھ

مہمانوں کا سا حسن سلوک کیا، جس کے بعد انہوں نے واپس آسام جاکر جو خط حضرت مولانا کو لکھا، وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے:

”مولانا! اب میرے پاس اسلام قبول کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں رہ گیا ہے، میں آپ کی تحریر سے زیادہ آپ کی زندگی سے متاثر ہوا ہوں اور آپ کی تقریروں سے اسلام کے ان پہلوؤں سے واقف ہوا ہوں جو اب تک میری نگاہوں سے اوجھل تھے۔“

اس کے بعد الحمدللہ وہ نہ صرف مسلمان ہوئے، بلکہ ان کے ساتھ ان کی بیوی، لڑکے اور بہو کو بھی اللہ رب العزت نے ہدایت سے نواز کر حلقہ بگوش اسلام فرمادیا۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریک پیام انسانیت کا مقصد صرف ملک کے باشندوں کے درمیان اسلام سے متعلق پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنا یا باہمی تفاہم یا رواداری کی فضا قائم کرنا نہیں تھا، بلکہ آپ پیام انسانیت کے نام سے دراصل اسلامی تعلیمات سے برادران وطن کو واقف کرا کر دعوتی اعتبار سے ملک کی اس فضا کو ہموار کرنا چاہتے تھے۔ بالفاظ دیگر مولانا پیام انسانیت کے نام سے حکمت کے ساتھ درحقیقت اسلام ہی کی دعوت ان کے سامنے رکھتے تھے، مولانا کی اسی حسن نیت کی بنا پر اس تحریک پیام انسانیت کو اللہ تعالیٰ نے اب تک سیکڑوں لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا کر ان لوگوں کے سامنے سوالیہ نشان رکھدیا ہے، جواب تک مولانا کی اس تحریک کی منشا کو سمجھ نہیں سکے ہیں، اس میں ایک بڑا طبقہ ہمارے اس دینی حلقہ سے وابستہ لوگوں کا بھی ہے جو اس تحریک کی دعوتی حکمت عملی کو سمجھنے سے اب بھی قاصر ہے، کاش اس واقعہ سے ان کو سبق مل جائے اور ہمارے دیگر علماء ودانش وران بھی امت کے موجودہ حالات میں اس تحریک کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے دعوت دین کے عظیم مقصد کے لئے فضا کو ہموار کرنے کی نیت سے اس تحریک سے فائدہ اٹھائیں۔

حمد

یہ زمین، آسمان تجھ سے ہے
سر پہ یہ سائبان تجھ سے ہے
کیا شجر، کی حجر، ثمر کیا گل
ساری دنیا کی شان تجھ سے ہے
لوح تیرا، قلم، زباں، تیری
سارا لطفِ بیان تجھ سے ہے
تجھ سے کیا کچھ نہیں اے مولیٰ
ہر مکاں، لامکاں تجھ سے ہے
کون مہمان تھا شب اسریٰ
میزبانی کی شان تجھ سے ہے
ساری خوشیاں تو بانٹتا ہے، مگر
دردؔ میں بھی تو جان تجھ سے ہے

محمد شوکت علی دردؔ

ہر مہینے کا گھریلو بجٹ

آمدنی اور اخراجات کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے۔ آمدنی بڑھ جائے تو اخراجات میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ آمدنی کم ہوجائے تو اخراجات بھی کم کرنا پڑجاتے ہیں..... لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بنیادی ضروریات زندگی کے آگے ہر شخص مجبور ہوجاتا ہے۔ اخراجات کم کئے جائیں تو آخر کس حد تک؟ بنیادی ضروریات سے تو دامن نہیں بچایا جاسکتا ناں! ایسے میں ''بجٹ'' کا لفظ کسی حد تک امید دلاتا ہے۔ یہ اخراجات کو کنٹرول کرنے کا بہترین آلہ ثابت ہوتا ہے۔ مہینہ بھر میں کہاں کہاں خرچ کرنا، کتنا خرچ کرنا ہے؟ کن ضروریات کو اہمیت دی جائے اور کن ضروریات کو اگلے ماہ پر ٹال دیا جائے؟ یہ سب منصوبہ بندی بجٹ تیار کرنے کے دوران کی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جتنی چادر ہو، اتنے ہی پیر پھیلانے چاہئیں ناں! مہنگائی کے دور میں تو گھریلو بجٹ بنانا اور بھی ضروری ہوجاتا ہے۔ سلیقہ شعار خواتین ماہانہ بجٹ تیار کرکے ہی اخراجات کو منظم کرتی ہیں۔ لیکن اب تو یوں لگتا ہے کہ مہنگائی نے خواتین کی سلیقہ شعاری اور بجٹ کی کفایت شعاری کو چیلنج کرنے کی ٹھان لی ہے۔ قیمتوں میں اضافہ ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا۔ کوئی ایک چیز مہنگی ہو تو بات بھی ہے۔ یہاں تو ہر شئے اور ہر کام ہی فلک بوس مہنگائی کے گھیرے میں ہے۔ کیا دال، کیا گوشت، کیا فیسیں، کیا کپڑے، ہر شئے کی مد میں آئے روز اضافہ ہو رہا ہے اور آمدنی ہے کہ جامد ہی ہو کر رہ گئی ہے۔ یوں کہئے کہ اخراجات آگے بھاگ رہے ہیں اور آمدنی انہیں پکڑنے کے لئے ایک قدم بھی مشکل سے بڑھا پاتی ہے۔ تنخواہیں، ایک سیڑھی چڑھتی ہیں تو اخراجات پورا زینہ ہی پھلانگ جاتے ہیں۔

مہنگائی کے اس زمانے میں ہر شخص ہی پریشان ہے۔ بچوں کو تعلیم دلوانا، گھر کی ضروری اشیاء خریدنا، بجلی، پانی، گیس، ٹیلیفون کے بل ادا کرنا، پبلک ٹرانسپورٹ کے ہوشربا کرائے، سبزی، دال کا بھاؤ، پٹرول کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کی وجہ سے پرائیویٹ ٹرانسپورٹ رکھنا بھی ایک مسئلہ ہے اور تنخواہوں میں خاطر خواہ اضافہ ہی نہیں ہوا۔ اب انسان کیا بچائے، کیا جوڑے؟ ڈاکٹر حضرات متوازن غذا کی ہدایت کرتے ہیں۔ لیکن حالت یہ ہے کہ متوسط اور غریب طبقے سے تعلق رکھنے والوں کے لئے پھل خریدنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ ایک ماہ کے بنائے گئے شیڈول میں گوشت کی باری 10 دن کے بعد ہی آتی ہے، زیادہ گزارہ دال، سبزی پر کیا جاتا ہے۔ اس میں سے بھی دال کو خارج کردیا جائے کیونکہ دالوں کی قیمت بھی ''دال'' کے زمرے میں نہیں آتی۔ پہلے تو غریب پیاز سے روٹی کھالیا کرتے تھے اب آٹا اور پیاز کی قیمت بھی اتنی بڑھ گئی ہے کہ ''پیاز روٹی'' کی اصطلاح غربت کا معیار نہیں لگتی۔ سوال یہ ہے کہ ملک کا بجٹ بنانے والوں میں کوئی ایسا ذہین وزیر مشیر نہیں ہے جو گرانی کے اس دور میں غریب پرور بجٹ بنا سکے۔ اصل کام تو عوام کو سانس لینے میں ریلیف دینا ہے جو حکومت کر نہیں پا رہی۔

سوچئے! آپ کو 5 یا 6 یا 9، 10 ہزار روپے میں گھر چلانے کا ذمہ سونپا جائے تو آپ کرایوں، بلوں، راشن، بچوں کی فیس اور دیگر ضروریات زندگی کا انتظام کیسے کرپائیں گے؟ ہاتھ میں رقم اور ایک شیڈول آجانا ہی کافی نہیں ہوتا۔ اسے خرچ کرنا بڑی بات ہوتی ہے۔ اندازہ تو اس وقت ہوتا ہے جب اشیائے ضروریہ کی خریداری کے لئے بازار کا رخ کیا جاتا ہے۔ رکشا، بس کے کرائے سے لے کر پھل، گوشت، مسالے، دال، سبزی، ترکاری، کپڑوں، جوتوں، بیگ، صابن، سرف، شیمپو، ٹوتھ پیسٹ تک کی قیمتیں 25، 30 دنوں میں ہی بڑھ چکی ہوتی ہیں۔ فہرست

کے مطابق تمام اشیائے ضروریہ کی خریداری ممکن نہیں ہوتی، کچھ چیزوں کو چھوڑنا بھی پڑتا ہے کہ بٹوے میں موجود رقم کا بھی خیال رکھنا ہوتا ہے ناں! دوسری طرف گھر سے متعلق اخراجات، کرایہ، بل، پھر بچوں کی فیسیں اور دوسرے خرچے، اس پر گھریلو استعمال کی کچھ نئی چیزیں خریدنا پڑیں، مثلاً پنکھے، کپ، پتیلی، پلیٹیں، پیالے، بالٹی، ٹوکری، پردے اور پھر مرمت کے کام، پینٹ، صوفوں کی پوشش، بیڈ ڈائننگ ٹیبل، الماری، پلنگ، کرسی، پائپ وغیرہ کی مرمت کروانا ہو یا بجلی، گیس کا کام اس کا خرچہ الگ ہوگا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ گھریلو خواتین کس طرح یہ تمام اخراجات کنٹرول کرتی ہیں، ان کے مسائل کیا ہیں؟ انہیں کن چیزوں سے محروم رہنا پڑتا ہے؟ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ ضروریات کس حد تک پوری کرپاتی ہیں۔

مسز نائلہ مقامی اسپتال میں ڈاکٹر کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ ان کے شوہر بھی ڈاکٹر ہیں۔ وہ کہتی ہیں ''یوں تو ہم دونوں میاں بیوی کی تنخواہ اچھی خاصی ہے لیکن اخراجات کے سامنے اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ میری دو بیٹیاں مقامی کالج میں ایف ایس سی کی طالبہ ہیں، ان دونوں کی ایک سال کی فیس 30 ہزار روپے ہوتی ہے۔ چھوٹے دونوں بیٹے ابھی اسکول میں ہیں، 4 ہزار ماہانہ فیس دیتی ہوں۔ بچوں کے دوسرے خرچے، ٹیوشن فیس پک اینڈ ڈراپ سروس پر آنے والے اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔ بلوں اور کھانے، پینے میں بھی مہینے 30 ہزار تو خرچ ہو ہی جاتا ہے۔ ٹرانسپورٹ کا کرایہ اور کپڑوں کا خرچہ الگ ہے۔ ہم تو سوچتے تھے کہ مستقبل کے لئے کچھ جمع کرلیں گے تاکہ اپنا کلینک شروع کرسکیں لیکن بچت ہی نہیں ہوتی، کیا جمع کریں، کیسے کریں، سمجھ میں نہیں آتا۔

سعدیہ کے شوہر جیولر ہیں۔ ان کی ماہانہ آمدنی 40 ہزار ہے۔ وہ بتاتی ہیں کہ گھر کے اخراجات اتنے ہوجاتے ہیں کہ بچت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ ہر مہینے سعدیہ کے شوہر انہیں 20 ہزار دیتے ہیں۔ اس میں سے 14، 15 ہزار تو صرف کھانے پر خرچ ہوجاتے ہیں۔ بجٹ کچھ اس طرح بنانا پڑتا ہے کہ سبزی کی ڈشیں زیادہ تیار کی جائیں، گوشت کی باری دیر سے ہی آئے۔ سعدیہ کے تین بچے ہیں، تینوں زیر تعلیم ہیں۔ چھوٹی بیٹی پرائمری میں اور بڑے دونوں بچے مڈل اسٹینڈرڈ میں ہیں۔ تینوں کی کل ماہانہ فیس 12 ہزار روپے ہے۔ اسکول وین کا کرایہ تین ہزار دیتی ہیں۔ بچوں کی پاکٹ منی، یونیفارم اور ٹیوشن کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔ سعدیہ کے شوہر ماہانہ اور اوسطاً 6 ہزار روپے بلوں کی مد میں نکالتے ہیں۔ ان کی ٹرانسپورٹ پر آنے والا خرچہ 2 سے 3 ہزار روپے ماہانہ ہے۔ گویا ان کی ماہانہ آمدنی ان بنیادی چیزوں پر ہی خرچ ہوجاتی ہے۔ گھر کے استعمال کی اشیاء، ملبوسات وغیرہ پر خرچ کرنے کے لئے بچت ہو ہی نہیں پاتی۔

بقیہ.....دیندار بنئے، صحت پائیے!

قرآن نے اسے شیطانی عمل بتایا۔ سگریٹ نوشی اس لئے منع ہے کہ اس سے منھ میں بدبو آتی ہے۔ حدیث میں کچی پیاز اور لہسن استعمال کرکے مسجد میں آنے سے منع کیا گیا کیونکہ اس سے فرشتوں کو اذیت ہوتی ہے۔ سگریٹ نوشی بھی دوسروں کے لئے اذیت کا باعث بنتی ہے۔ علاوہ ازیں سگریٹ نوشی انسانی جسم کو کھوکھلا کردیتی ہے۔ علاوہ ازیں اسلام میں آپسی محبت پر زور دیا گیا ہے اور جدید میڈیکل سائنس کی رو سے آپسی محبت جسم میں کولیسٹرول کو پگھلاتی ہے۔ اس سے اکتاہٹ اور ڈپریشن جیسے امراض سے تحفظ ہوتا ہے۔ اسلام میں کائنات میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ اس سے دباؤ میں کمی آتی ہے۔ اور دل کی دھڑکنیں پُرسکون ہوتی ہیں۔ اسلام میں نیک فالی کی ترغیب ہے۔ نیک فالی قلب کے لئے انتہائی مفید ہے۔

الغرض اسلامی تعلیمات اور مسنون آداب صحت انسانی کے ضامن ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انہیں روزمرہ کی زندگی میں برتا جائے۔ آج ہم دین سے دور ہوکر دنیا و آخرت کو تباہ کررہے ہیں۔ موجودہ دور کی بیماریاں دراصل دین بیزاری کا نتیجہ ہیں۔ تو آیئے عہد کریں کہ ہم معمولات زندگی میں ایک ایک سنت کو زندہ کریں گے۔ طب نبوی کو حرزِ جاں بنالیں گے۔

رفاہی کام

احادیث نبویؐ کی روشنی میں

امیر الدین مہر

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو نیک اعمال کرنے کے لئے ایک وسیع نظام عطا فرمایا ہے، جس میں حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس کے کئی پہلو آجاتے ہیں۔ تاہم ان کا آخری نقطہ یہ ہے کہ انسان اگر نیکی نہ کرسکے تو کم از کم برائی نہ کرے اور اپنے اعمال نامے کو برائیوں سے پاک رکھے، یہ بھی اس کے لئے کامیابی ہے۔ شاعر نے کیا خوب لکھا ہے:

قوت نیکی نداری بد مکن
بر وجودِ خود ستم بے حد مکن

اگر تم نیکی کی طاقت نہیں رکھتے تو برائی نہ کرو اور اپنے ناتواں وجود پر ظلم نہ کرو۔

نبی اکرمؐ تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے، آپؐ کی رحمت سے نہ صرف انسان مستفید اور بہرہ ور ہوئے، بلکہ تمام حیوانات، نباتات اور جمادات تک نے رحمت کا حصہ پایا۔ جمادات کے استفادے کا مشاہدہ اس حدیث مبارکہ سے کیجئے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راستے کا حق ادا کرو، لوگوں نے پوچھا کہ راستے کے حقوق کون سے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے کے حقوق ارشاد فرمائے۔ ان حقوق پر غور کیا جائے تو ایک اسلامی راستے (راہ) کی پاکیزگی، کشادگی، صفائی، سنجیدگی اور امن وسلامتی کا نقشہ سامنے آتا ہے۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ آپؐ نے اپنی رحمت کس قدر عام کی اور اس کا پرتو کہاں کہاں پہنچا اور کس قدر پہنچا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایک مسلمان پر صدقہ (نیکی کرنا لازم) ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، جو اپنی ذات کو نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ انہوں نے پھر پوچھا کہ وہ اگر یہ نہ کرسکے تو کیا کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مجبور حاجت مند کی مدد کرے، انہوں نے پوچھا کہ وہ اگر یہ بھی نہ کرسکے تو کیا کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نیکی کا حکم دے۔ عرض کیا گیا کہ اگر وہ یہ بھی نہ کرسکے تو کیا کرے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ برائی سے رک جائے، یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے۔

ہر شخص کا نیکی و بھلائی کے کام کرنے اور مالی صدقات کرنے کا دل چاہتا ہے، پھر اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور رفاہی و سماجی کام کرنے کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے پاس مادی یا جسمانی وسائل ہوتے تو وہ کوئی خیر کا کام کرتا، ایسے لوگوں کے لئے آپؐ نے نیکی کے کام کرنے کے ایسے طریقے بتائے ہیں کہ جن کے کرنے سے ویسا ہی اجر وثواب ملتا ہے، اور صدقہ کرنے کی خواہش پوری ہوجاتی ہے۔

اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ (نیکی) کرنے کی پانچ ایسی صورتیں بیان کیں جو ایک دوسرے کے متبادل ہیں اور دوسرے پہلو سے اپنی جگہ بڑی نیکی، اجر وثواب کا باعث اور خدمت خلق کے کام ہیں۔ لہٰذا انسان ان میں سے جو نیکی بھی کرسکتا ہے وہ کرے۔ حدیث مبارکہ سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے کہ کسی ایک نیکی کے کام یا عمل کو اپنے سامنے نہ رکھے، بلکہ وہ نہ ہوسکے تو دوسرا راستہ اختیار کرے، اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو تیسرا اپنائے، اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ان میں جو کام کرسکتا ہے، وہ ضرور کرے اور اپنے لئے اجر کمائے اور آخرت کا توشہ بنائے۔

صدقے کا کلمہ صدق اور صداقت

(سچائی) سے نکلا ہے، جس کے مفہوم میں یہ بات خود بخود شامل ہے، ان میں سے جو کام سچائی کے جذبے ونیت اور جائز طریقے سے کرے، اس عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خواہش، اپنی ذمہ داری پوری کرنا اور انسانوں کی خدمت کرنا ہو۔

یہی وہ بنیادی فرق ہے جو عام این جی اوز (خدمت گزار اور اصلاحی تنظیموں) اور مسلم این جی اوز میں نمایاں ہے، ایک مومن جو بھی کام کرے گا، اس میں اللہ کی رضا و خوشنودی، اپنی ذمہ داری پوری کرنے اور اپنے لئے اجر چاہنے کی نیت سے کرے گا۔ اس فرق کی وجہ سے ایک مسلم کا رفاہی کام دوسرے فریقوں سے اعلیٰ و اکمل اور ممتاز ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے لوگ مختلف مقاصد، اغراض وجذبے رکھتے ہیں۔

حدیث مبارکہ سے ایک خاص بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آدمی جو بھی نیکی کا کام کرے، وہ جائز اور حلال طریقے سے کمائے ہوئے رزق سے کرے۔ اسلام کسی صورت میں ایسی نیکی، صدقے اور رفاہی کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی اسے پسند کرتا ہے اور نہ ہی اس پر اجر وثواب دیتا ہے جس میں ناجائز وحرام سے کمائے ہوئے مال سے خرچ کیا جائے یا اس کام میں ناجائز عمل شامل ہو، جیسے کوئی شخص رشوت، سود یا دھوکے سے کمائے ہوئے مال سے صدقہ وخیرات کرے یا کسی کا حق غصب کرکے یا زیادتی کرکے دوسرے کی خدمت یا رفاہی کام کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دھوکے سے حاصل کئے ہوئے مال کا صدقہ قبول نہیں ہوگا۔

غلول (دھوکے) سے ہر وہ مال مراد ہے جو حرام اور ناجائز طریقے سے حاصل کیا ہوا ہو۔ اسی طرح کے الفاظ ایک اور حدیث میں ہے، مقدام بن معدیکربؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص نے اپنے ہاتھ سے کمائے ہوئے کھانے سے زیادہ اچھا کھانا نہیں کھایا اور حضرت داؤدؑ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ اس سے مراد محنت کرکے، منصوبہ بنا کر، جدوجہد کرکے اور جائز طریقے سے کمائی کرنا ہے۔

یہاں پہلی بات یہ بتائی گئی کہ اگر کسی شخص کا دل مالی انفاق کرنے، مال خرچ کرنے اور کسی کی مالی امداد کرنے کو چاہتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ شخص محنت کرے، جائز مال کمائے اور انفاق کرے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی وجہ سے جائز مال نہیں کماسکتا تو اسے چاہئے کہ وہ مصیبت کے مارے ہوئے لوگوں اور مصیبت میں گھرے ہوئے لوگوں کی مدد کرے، ان کا ہاتھ تھامے، انہیں ظلم وزیادتی سے بچائے، ان کی رہنمائی کرے، انصاف ملنے کے مقامات تک ان کو پہنچائے۔ اس کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں، اس کا ابتدائی درجہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی ہمت باندھے، درخواست لکھ کر دے، اور جس طرح ہوسکے، ان کی مدد کرے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص یہ دوسرا کام جو خدمت خلق کا اعلیٰ ترین کام ہے، نہیں کرسکتا تو اسے چاہئے کہ امر بالمعروف (نیکی کا حکم کرے) یعنی نیکی کی اشاعت کرے، دعوت وتبلیغ کا کام کرے، جہاں اس کا بس چلے، وہاں اپنی طاقت سے نیکی پھیلائے، جیسے اس کے اپنے اہل خانہ مثلاً بیوی، بچے اور دیگر زیردست ہیں۔ ان میں نیکی کو فروغ دے۔ امر بالمعروف امت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔ اس کا لازم ہونا قرآن مجید کی آیات اور متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ نیز اس حدیث سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو یہ ذمہ داری پوری کرنی چاہئے۔ لیکن کوئی شخص یہ کام بھی انجام نہیں دے سکتا تو اسے چاہئے کہ برائی سے رک جائے۔ یہ بھی اس کا صدقہ کرنا ہی ہے۔ کیونکہ اس طرح وہ اپنی ذات پر ظلم نہیں کرے گا اور کم از کم برائی کرنے سے تو بچا رہے گا۔

فراغت کا وقت اور فرصت کی عمر جب کہ بڑھاپے کی وجہ سے آدمی فارغ ہوگیا ہو تو ایسی صورت میں انسان اپنے ساتھیوں اور ہم عمروں کے ساتھ بیٹھ کر کسی کے عیب نکالے گا، کسی کی غیبت کرے گا، لوگوں کی برائیاں بیان کرے گا۔ کسی کو برے لقب سے پکارے گا اور کسی کی بدخواہی کرے گا۔ اس طرح ایک طرف وہ اپنے اوپر ظلم کا مرتکب ہوگا تو دوسرے اپنے مسلمان بھائی کی حق تلفی کرے گا۔ اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ برائی سے رک جائے، یہ بھی اس کا صدقہ کرنا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں جو افعال و اعمال کی صورتیں اور متبادل صورتیں بیان کی گئیں، وہ تمام کی تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق ہیں، اس سے اسلام کے مزاج اور نظام کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ انفرادیت، رہبانیت، تنہائی پسندی اور گوشہ نشینی کا دین نہیں ہے، بلکہ یہ معاشی اصلاح، اس کی تعمیر وترقی کا دین ہے۔ یہ انفرادی اصلاح اور خدمتِ خلق کا دین ہے۔

امن وسلامتی کے اسلامی پیغام سے متاثر ہوکر حلقہ بگوش اسلام

ایک پادری کے قبول اسلام کی دلچسپ داستان

میں بین الاقوامی مذاہب کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن گیا تھا۔ مجھے کانفرنس میں خاص طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ مقررین میں میرا نام بہت نمایاں تھا۔ اس کانفرنس میں مجھے اتنی عزت کے ساتھ بلایا جائے گا، یہ میرے لئے بڑی مسرت کی بات تھی۔ اس کانفرنس کا انعقاد برطانیہ کے کچھ باحیثیت عیسائیوں کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اگرچہ یہ ایک بین الاقوامی مذاہب کانفرنس تھی، لیکن اصل میں برطانیہ کے عیسائی اس کانفرنس کے پلیٹ فارم سے عیسائیت کی تبلیغ کرنا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس پلیٹ فارم سے جو تقاریر ہوں گی، ان سے دنیا کو یہ پیغام جائے گا کہ عیسائیت سب سے بڑا مذہب ہے، اس کے پیروکار بھی بہت زیادہ ہیں، دیگر مذاہب عیسائیت کے مقابلہ میں ادنیٰ حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کانفرنس کے انعقاد کے لئے بہت محنت کی گئی تھی اور دنیا کے بہترین عیسائی مقررین کو خطاب کرنے کے لئے بلایا گیا تھا۔ ایک خفیہ سازش کے تحت دوسرے مذاہب کے ایسے مقررین کو دعوت دی گئی تھی، جن کے پاس اپنی بات کہنے کے لئے استدلال کی کمی تھی اور جو ہر موقع پر عیسائیوں کے آگے ہتھیار ڈال چکے تھے۔ کانفرنس میں شرکت کے لئے مغربی ممالک سے بڑی تعداد میں عام لوگوں کو بھی شریک اجلاس ہونے کے لئے دعوت دی گئی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ برطانیہ میں اسلام کا جو غلبہ بڑھتا جارہا ہے، اسے روکا جائے اور عیسائیوں میں اطمینان پیدا کیا جائے کہ ان کا مذہب سب سے اعلیٰ ہے۔

عیسائی مقررین کیلئے پہلے سے عنوانات طے کردیئے گئے تھے۔ عیسائی دانشوروں نے بڑی حکمت عملی کے ساتھ تقاریر کا پروگرام بنایا تھا، تاکہ دنیا کے مذاہب کے خلاف ایک فضا پیدا ہوجائے اور اس فضا میں دنیا یہ محسوس کرے کہ عیسائیت نجات کا راستہ ہے۔ اس بات کا خیال رکھا گیا تھا کہ اسلام پر عیسائی مقررین حملے کریں اور یہ حملے اس طرح کئے جائیں کہ لوگوں کو ناگوار بھی نہ گزرے اور ذہن میں یہ بات بھی گھر کر جائے کہ اسلام ایک علاقائی مذہب ہے، جس کا تعلق آج کی دنیا سے نہیں ہے، بلکہ یہ مذہب عرب کے قبیلوں کیلئے ہے، جو ایک محدود زندگی بسر کرتے ہیں، جن کے یہاں غربت ہے اور جہالت ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی عرب کے قبیلے آپس میں لڑتے جھگڑتے رہے۔ اسلام کے داعی کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد عربوں کے اتحاد کا شیرازہ بکھر گیا، لیکن عیسائیت میں اتحاد کی طاقت پوشیدہ ہے۔ دنیا کے سارے عیسائی مل کر ثابت کرچکے ہیں کہ وہ سب سے بڑی طاقت ہیں۔

اس طرح کے خیالات کے اظہار کے لئے مشہور عیسائی مقررین اور دانشوروں کو اجلاس کے داعیوں کی طرف سے موادر وانہ کیا گیا تھا، تاکہ فراہم کردہ گائیڈ لائن کے مطابق ہی وہ عوام سے خطاب کریں۔ مجھے جو عنوان دیا گیا تھا، اس کے مطابق مکمل طریقے سے یہ بات سمجھائی تھی کہ اسلام چونکہ اب دہشت گردی کا مذہب بن گیا ہے، اس لئے دنیا کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ دنیا کو نفرت سے بچانے کے لئے اب واحد راستہ یہ ہے کہ عیسیٰ مسیح کے اس پیغام کو عام کیا جائے کہ اگر تمہارے ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے، تو تم اپنا دوسرا گال بھی اس کے سامنے کردو، تاکہ وہ اس پر بھی طمانچہ رسید کردے۔

کانفرنس کے اجلاس کے آغاز میں مذہبی کتابوں کی تلاوت کا پروگرام تھا۔ اس کے بعد تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ مختلف موضوعات پر مقررین اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے

رہے۔ اسلامی ممالک کے مسلم علماء کو بھی مدعو کیا گیا تھا، لیکن یہ علماء اپنی تقریروں میں کچھ کامیاب ثابت نہیں ہورہے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ ترتیب اس طرح قائم کی گئی تھی کہ مسلم علماء کی تقریریں عیسائی پادریوں کی تقریروں کی گھن گرج میں دبنے لگی تھیں۔ مجھے خوشی ہورہی تھی کہ جب معمولی درجہ کے پادری، مسلمان علماء کی تقریروں پر حاوی ہورہے ہیں، تو پھر میرا معاملہ تو جداگانہ تھا۔ مجھے موضوع بھی ایسا دیا گیا تھا کہ جو اشتعال پیدا کرنے والا تھا اور میں سمجھتا تھا کہ جب اپنے مخصوص انداز میں اسٹیج سے میری آواز گونجے گی تو دھوم مچ جائے گی اور مسلمانوں کو اپنی نشستیں چھوڑ کر اجلاس سے باہر جانے پر مجبور ہونا پڑے گا اور وہ مقصد پورا ہوجائے گا، جس کے لئے دولت بہا کر بین الاقوامی مذاہب کانفرنس منعقد کی گئی تھی۔ میری قادرالکلامی کی شہرت ہر طرف تھی، اس لئے لوگ بیتاب تھے کہ میری تقریر سنیں، چونکہ میں مدلل طریقہ پر ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اسلام ایک تشدد پسند مذہب ہے اور مسلمان ساری دنیا میں جہاد کرنا چاہتے ہیں۔

آخر کار اجلاس کے تیسرے دن 6 بجے شام وہ وقت آگیا، جب تقریر کے لئے میرا نام پادری میکائل جوزف اناؤنس کیا گیا۔ اجلاس میں کوئی شخص ایسا موجود نہیں تھا، جو اظہار خوشی اور اظہار پسندیدگی کے لئے تالیاں نہ بجارہا ہو۔ مجھے تقریر کے لئے کافی وقت دیا گیا تھا۔ اپنی تقریر کی ابتداء میں میں نے امن پسندی کی باتیں پیش کیں اور اس کے بعد دیگر مذاہب سے رابطوں کو جوڑتے ہوئے میں نے عیسائیت کی برتری پر زور دینا شروع کیا۔ آہستہ آہستہ میں نے انارخ سخن اسلام کی طرف کیا۔ فوری طور پر اسلام پر حملہ مناسب نہیں تھا، اس لئے میں نے پہلے اسلام کی تعریف کی اور اس کے بعد اس کے آفاقی ہونے سے انکار کیا۔ میں نے عیسائیت کو ایک زندہ مذہب قرار دیا اور اس کمزوری کو خوبی قرار دیا کہ فی زمانہ اس میں تبدیلی کی جاتی رہی ہے۔ چونکہ زندگی بدلتی رہتی ہے، قدریں بدلتی رہتی ہیں، اس لئے پادریوں نے بائبل میں بھی تبدیلی پیدا کردی۔ اسلام کے بارے میں میں نے کہا کہ یہ ایک ٹھہرا ہوا مذہب ہے۔ اس میں جمود ہے۔ یہ جیسا تھا ویسا ہی ہے اس وجہ سے دنیا کے مسلمان قدامت پسند ہیں۔ یہ نئی چیزوں کو اختیار کرنے سے گھبراتے ہیں۔ خواتین پردہ کرتی ہیں۔ مذہبی تعلیم کو ہی یہ اپنی اساس سمجھتے ہیں، اس لئے ان کی ذہنی سطح عیسائیوں کے مقابلہ میں پست ہے۔ ذہنی اعتبار سے میں نے عیسائیوں کو ایک بیدار قوم قرار دیا۔ میری تقریر کے دوران لگاتار مجھے داد تحسین ملتی رہی اور میں حد درجہ مسرور ہوتا رہا۔ میں نے سمجھا کہ میدان میرے ہاتھ آگیا ہے۔

لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ عیسائی مذہب کی تبلیغ کے سلسلہ میں یہ میری آخری تقریر تھی اور بہت جلد مجھے اللہ کی طرف سے ہدایت ملنے والی ہے اور میں مسلمان ہوجاؤں گا۔ واقعہ یہ ہے کہ میری تقریر کے بعد جامع الازہر سے آئے ہوئے ایک عالم جمال عبدالسمیع نے اسلام اور عیسائیت کے تعلق سے ایسی بصیرت افروز تقریر کی کہ میں نے اس سے پہلے کبھی ایسی تقریر نہیں سنی تھی۔ انہوں نے کسی کی برائی نہیں کی، بلکہ دونوں مذاہب کے عقیدوں کی وضاحت اس طرح کی، جسے ہر شخص نے محسوس کرلیا کہ غلطی پر کون ہے۔ مجھے ندامت محسوس ہونے لگی کہ اسلام کے بارے میں بہت کچھ باتیں میں نے فریب دینے کے لئے کہہ دی تھیں، لیکن جمال عبدالسمیع کی طویل تقریر میں ایک جملہ بھی ایسا نہیں تھا، جس سے عیسائیوں کے جذبات کی توہین ہوتی ہو۔ انہوں نے قرآن مجید کے حوالوں سے ثابت کیا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر مانتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کرنا کفر سمجھتے ہیں، جب کہ عیسائی کھلے طور پر آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہتان تراشی کرتے ہیں۔ ہتک آمیز باتیں کہتے ہیں، ان کے کارٹون بناتے ہیں اور دل آزار مضامین لکھ کر مسلمانوں کو صدمہ پہنچاتے ہیں اور اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔ مسلمان مقرر نے اسلام کو ایک جامع نظام زندگی بتلاتے ہوئے بہت سی مثالیں